

رُوحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک
رسالہ "اوم" چلے
OCT. 1970



BHAGWAN RAM

Price Rs. 1-10

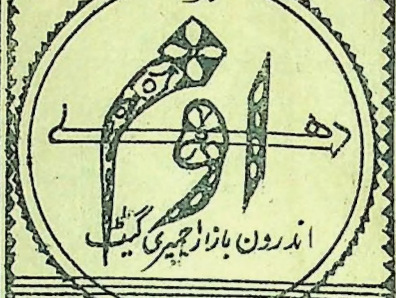
Editor : G.N. NANDA



'OM' Delhi

सुत्रपति का एक दृश्य—मातृवत् परदारसु ।

سریلند ترین خیالات کا پرچار



سہرہ نمبر
فہرست مضامین
 پایت ماہ اکتوبر ۱۹۷۰ء

چند سالانہ بذریعہ منی آرڈر روپے ۱۳/۰
 بذریعہ وی کی پی ۱۴/۰ روپے
 حمالک بغیر کیلئے بذریعہ سمندری ڈاک
 بالٹیس = 22/۰ روپے
 بذریعہ ہوائی ڈاک = 44/۰ روپے
 رقم بذریعہ فارمن منی آرڈر بھیجنے کی
 کریا کریں :-
سمپادک
گورکھ ناتھ نندہ

صفحہ	مضمون نگار	عنوان	نمبر
۲	امیر الشعراء دیوان پندیداس قمر	نبر و گمان والے۔ (نظم)	۱
۲	ایضاً	دسہرہ (نظم)	۲
۳	گور بانی۔	رام۔ رام۔ رام۔	۳
۴	سندت تلسی داس جی۔	شری رام اوتار	۴
۶	شری قمر صاحب	ترنگا رکاروپ ساکار آیا۔	۵
۷	گور بانی	رام نام جہا۔	۶
۹	مترجم شری حبشوت رام جی۔	ایشا واسیہ اپنشد۔	۷
۱۱	شری سوامی پری پورنا نند جی۔	جام وحدت۔	۸
۱۲	اتم درشی بابا نچینہ سنگھ جی میدی۔	پہرشی بامدیو کی کھٹا۔	۹
۱۵	شری جگن ناتھ کھنہ صفی۔	برہم دویا سے بھینٹ۔	۱۰
۱۷	شری ۱۰۸ سوامی گویند آنند جی۔	خطوط گویند۔	۱۱
۱۹	شری موہن لال مستانہ	غفلت عفا۔	۱۲
۲۰	شری سوامی شاشوت آنند جی۔	آنند کی ویا گھیا۔	۱۳
۲۳	جہاتما شوبرت لال جی ورمن	وید مقدس۔	۱۴
۲۷	کوی لوک ناتھ دل	کھارات کا چرتر۔	۱۵
۲۸	شری کرپال سنگھ ایم۔ اے۔	منش جنم۔	۱۶
۳۱	چوتھے سادھو کی کہانی	چہل درویش۔	۱۷
۳۳	حکیم ریلداس مضطرب	بھول۔	۱۸
۳۶	شری افسی دھرویر۔	التجا۔	۱۹
۳۷	سری واستوا	اک نام تمھارا۔	۲۰
۳۷	شری جگدیش چندر کوہلی	زندگی (نظم)۔	۲۱
۳۸	منشی رام سرنند جی آریہ۔	چتے ہوئے بھول۔	۲۲
۳۹	پروفیسر نند لال ایم۔ اے۔	ست سنگ سمیلن	۲۳
۴۳	ایک تاریخی واقعہ۔	دھرم رکھشاک شواجی	۲۴
۴۵	کوی لوک ناتھ دل۔	ہندو دیھتیرتی شیواجی کا پرمر چرتر۔	۲۵
۴۷	شری جگن کسور گپتا ایدو کیٹ۔	ناستک سرکار کی ہندو درودھ شیتی۔	۲۶
۵۰	پندت رتن چند رتن۔	آدرش بھکتی شیری	۲۷
۵۱	شری جگن ناتھ کھنہ لی آگلی	دوسلمان جگنوں کا اولک ہرک۔	۲۸
۵۳	شری رام لال سالک	گوجا اور خربیب	۲۹
۵۷	شری جہاتما رام لال جی۔	ماوا لال جی۔	۳۰

بہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر و مالک نے سورتھو پریس پریڈی ہاؤس دہلی میں شائع کیا۔

رام رام رام

(گور بانی)

رام رام سنگ کر بیو مار
رام رام رام کیرتن گائے
سنت جٹاں مہل پو پو رام
رام رام دھن سہج بھنڈار
رام رام پسر نہیں جلائے
رام رام رام سا سہائے
رام رام جب نرل بھئے
رمت رام جہنم مرل تواری
سب سے اوچ رام پرکاش

رام رام۔ رام۔ رام پران آدھار
رمت رام سب رھو سمائے
سب تے نرل پورن کام
رام رام۔ رام کرا دھار
کر کر پرا گورو دیا بتائے
رام رام رام بولا لائے
جہنم جہنم کے کل وکھ گئے
آجرت رام بھئے پرا تارے
نیش باسر چپ نانک داس

۱۔ گورو ہاراج فرماتے ہیں کہ جب سنت جنوں کو بلو۔ تب رام رام یا بجے را جھیکے یا بجے رام کہو۔ رام رام کہنے سے یہاں تمھارا کلیان ہوگا۔ وہاں جاتی کا بھی اُتھقاں ہوگا۔ رام ساکشات بھگوان وشنو کا اوتار ہے انہوں نے ماما کو شنیا کو چتر بھیج روپ میں درشن دیا۔ بعد میں اُسکی اُستنتی اور پرا تھنا پر شیشو (بالاک) بن گئے۔ وہ مریدا پر شومتھے۔ انہوں نے نیش روپ دھارن کر کے مریدا اور دھرم کا پالن کیا۔ وہ ہمارے لئے آدرش منش بنے تاکہ ہمیں صحیح معنوں میں منش بننے کا سلیقہ آئے۔ وہ ہندو جاتی میں پرگٹ ہوئے، انکی بجے منانے سے ہی تمام دیش اور ہندو جاتی کی بجے ہوگی۔

دھرم کا بول بالا ہوگا۔ اور ادھرم کا ناش ہوگا۔ اور ہاتھ کا گاندھی کے رام راجیہ کا سچنا سکار تھ ہوگا۔

نئے سال جنوری ۱۹۶۱ء کا سالنامہ آپاستا انک ہوگا۔ جس کی قیمت فی کاپی چار روپے ہوگی لیکن اوم کے مشتقل خریداروں کی سیوا میں ۱۳/ روپے سالانہ چندہ میں ہی (مفت) بھینٹ ہوگا۔ (نمبر)

شہری رام اوتار

بھئے پرگٹ کر پالا دین دیا لا کو شلیا پت کاری
لوچن اچھی رامان تھو مکن بیایاں بج اودو بھج چپاری
کہہ دو کر جوڑی سنتی توری کھی بدھی کروں اننتا
کرونا سکھ ساگر سب گن اگہر جی گانویں شہرتی سنتا
برہمانڈ کیا بزمیت مایا روم روم پرئی وید کہے
اچھا جب گیاں پر پھو مسکانا حیرت بہت بدھی گن چھے
ماتا مٹی بولی مٹی ڈولی سبھوتا ست یہ روپا
سنی سچن سچنا روون کھانا ہوئی ہالاک سر کھو پیا

ہر شبت ہتھوڑی مٹی من ہاری اوجھت روپ و چاری
بھوشن من مالا نین بسا لاسو کھن سندھو کھرا ری
مایا گن گیاں اتیت امانا بید پوراں بھنتا
سو مہ پت لای جن انورگی بھو پرگٹ شری کشتا
مہم ارسو باسی یلہ پھاسی ہنت درھیتی ہتر نہ ارسے
کھی کھٹا سوہائی تاتو بھائی جھی پرکار ست پریم پریم
کھی شیشو لیلانی پیریہ پیلایہ سکھ پریم الوپا
یہ حیرت جے گانویں ہری پد پانویں تے نہ ٹپیں بھو کو پیا

ویا کھیا پتر چیت کا مہینہ تھا۔ نئی تھی تھی شکل پکش تھا۔ دو پرکار سے تھا۔ نہ بہت سڑی تھی نہ گرمی تھی۔ ایسا پتر سے
سب لوگوں کو شانتی دینے والا تھا۔ شیتل مند اور سوگند ہوت پون چل رہا تھا۔ دیوتا ہر شبت تھے۔ اور سنتوں کے من میں
بڑا چاؤ تھا۔ بن پھولے ہوئے تھے ساری ندیاں امرت کی دھارا بہا رہی تھیں۔ جب برہما جی نے بھگوان کے پرگٹ ہونے
کا سہ جانا۔ تب ان کے سمیت تمام دیوتا و مان سجا سجا کر علیہ نرل اکاش دیوتاؤں سے بھر گیا۔ گندھو گان کرنے لگے۔
اور شیب برسانے لگے۔ اکاش میں نگارے بجنے لگے۔ ناگ مٹی اور دیوتا اُسنٹی کرنے لگے۔ سمست لوگوں کو شانتی دینے والے
جگت اُدھار پر بھو پرگٹ ہوئے۔

(۱) دینوں پر دیا کرنے والے کو شلیا کے ہتھکاری کر پالا پر بھو پرگٹ ہوئے۔ مہینوں کے من کو ہر تے والے ان کے
اوجھت روپ کا وچار کر کے مٹا ہر ش سے بھر گئی۔ نیتروں کو آئندہ دینے والا میلے کے سمان شیانم شری تھا۔ چاروں بھگوانوں
میں اپنے خاص آئینہ (مختیار) دھارن کئے ہوئے تھے۔ (دو) بھوشن اور بن مالا پہنے تھے۔ بڑے بڑے نیتر تھے۔ اس پرکار شوبھا
کے سمندر تھا کھر رکھشس کو مارنے والے بھگوان پرگٹ ہوئے۔ (نوٹ)۔ آج کا مغرب زدہ ہندو یہ اعتراض کرتا ہے کہ
بھگوان مانا کے گڑھ میں کیوں آئے۔ وہ تو جہنم من سے رہت اور سڑ دیا پاک ہیں۔ انکی شنگا اس پہلے شلوک سے دیکھ سکتی ہے
یعنی بھگوان عام جیوں کی طرح مالا کے گڑھ میں نہیں آئے بلکہ مانا کے سامنے وہ چتر بھج وشنو کے روپ میں پرگٹ ہوئے۔ اور انکا
مروپ پڑا اوجھت تھا۔ انکے چار ہاند تھے اور گراہم سنگھ اور چکر ان کے چاروں ہاتھوں میں تھے۔ اور جب بھگوان کرشن پرگٹ
ہوئے تب بھی انکا یہی مروپ تھا۔ وہ بھی مانا دیوی کے روبرو چتر بھجی روپ میں پرگٹ ہوئے تھے اور اس کو خود ہی کہا تھا کہ وہ جب

بالک روپ بنا دیں۔ تو ان کو گول میں پہنچا دیا جاوے۔ وہاں مانا جتنو دھان کے ہاں لڑکی کا جسم ہوا ہے اس کو اٹھا لائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ کہ بھگوان پرگٹ ہوتے ہیں۔ جنم نہیں لیتے۔ نہ نہ بھگوان بھی پرگٹ ہوتے تھے جنم نہیں لیا تھا۔ اپنے ساتن انہاس کو شتر دھا اور وشواس سے پڑھا چاہئے تاکہ اوتار واد پر کسی طرح کی شنکا میں آیتن نہ ہو۔

(۲) جب مانا کو شلیا نے چتر بھیج روپ میں بھگوان کو اپنے رو برو دیکھا تو وہ انکی استی کرنے لگی۔ وید او پران تم کو مایا۔ گن اور گیان سے پرے اور پر تیار بہت بتلاتے ہیں۔ شرتیاں اور سنت جن دیا اور شکھ کا سمت۔ سب گنوں کا دھام ہلکر جن کا گان کرتے ہیں وہی بھکتوں پر پریم کرنے والے لکشی پتی بھگوان (وشنو) میرے کلیان کے لئے پرگٹ ہوئے ہیں۔

(۳) وید کہتے ہیں کہ تمہارے ایک ایک روم میں مایا کے رچے ہوئے انیکوں برہماندوں کے سموہ بھرے ہیں۔ یہ تم میرے گمراہ ہیں رہے۔ اس منسی کی بات کے مستننے پر دھیر وویکی شرتوں کی بدھی بھی استھر نہیں رہتی وچلت پر جاتی ہے۔ جب مانا کو گیان آیتن ہوا تب پر پھو مسکرائے۔ وہ بہت پرکار کے چتر کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے پچھلے جنم کی سند رکھا ہلکر مانا کو بھجایا جس سے انہیں پتر کا داسلیہ پریم پراپت ہو یعنی بھگوان کے پریتی پتر بھاؤ ہو جائے۔ (پھر انہوں نے اپنی مایا کا پر بھاء ڈالا۔)

(۴) مانا کی وہ بدھی بدل گئی تب وہ پھر بولی :- ہے تاست! یہ روپ چھوڑ کر انیت پریر بال لیل کر ویہ سکھ میرے لئے پریم انویم ہوگا۔ مانا کا یہ گن سکرو دوتاؤں کے سوا جی سجان بھگوان نے بالک روپ ہو کر ونا شمرع کر دیا۔ منسی داس جی کہتے ہیں۔ جو اس چتر کا گان کرتے ہیں وہ شری ہری کا پد پاتے ہیں۔ اور پھر سنسار روپی کوپ میں نہیں نہ نوٹ۔ جب بھگوان نے مانا کو شلیا کو چتر بھیج (وشنو) روپ میں دشن دیا۔ تو مانا نے انکی استی کی۔ لیکن پھر یہ کہا کہ بھگوان دنیا کے لوگ آپ کی مایا کو جان نہیں سکتے جب لوگوں کو تپہ لگے گا کہ بھگوان کو شلیا کے گمراہ میں ہے تو انکو یہ بھرم ہو جائیگا کہ نہ سو سکتیمان بہرودیا پاک بھگوان بھلا منش روپ کیسے آسکتے ہیں۔ اس لئے گمراہ کے اپنا روپ بالک کا سبنا لیں۔ تاکہ لوگ کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں۔ بھگوان نے مانا کو اس کے پچھلے جنم (منو اور شنت روپ) کے نمٹن تب کی یاد دلانی اور اپنا وعدہ بھی بتایا کہ میں نے اس وقت تمہاری اچھا کے اوساریہ وریا تھا کہ اگلے جنم میں میں تمہارے گھر پتر روپ میں پرگٹ ہوں گا۔ چنانچہ وہی وعدہ میں نے پورا کر دیا ہے۔ اب تمہاری آگیا اوسار میں بالک روپ دھارن کرتا ہوں اور اپنی لیل میں دکھانا ہوں۔ چنانچہ وہ بالک روپ بن گئے اور جیسے جنت وقت تھے روتے ہیں۔ ویسے ہی ونا شمرع کر دیا۔ جس کو سکھ محلوں میں خوشی کی لہر دو گئی۔ اب جو لوگ اوتار واد کو نہیں مانتے انکو وچار کرنا چاہئے کہ بھگوان گمراہ میں آتے تو عام بالکوں کی طرح شیشو سے ہوتے کیا کسی نے آج تک ایسا بالک دیکھا ہے جو بھگوان وشنو کی طرح چار ہچاؤں والا ہو۔ بھگوان جب پرگٹ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی مایا کو اوجھیں کے اپنا اوجھت روپ پرگٹ کرتے ہیں۔ یہی تو ان کی اپر مپار لیل ہے۔ جسکو سوائے بھگوان کے اور کوئی جان نہیں سکتا۔

ترنگار کاروپ ساکار آیا

(امیر الشعراء دیوان پنڈی داس جی قمر)

جگت کا سہارا شریرام رکھو گوشلیا دلارا شریرام رکھو
وہ آنکھوں کا تارا شریرام رکھو ہے دکھ شک ہمارا شریرام رکھو

ترنگار کاروپ ساکار آیا
اجدھیا کا گلزار جس نے کھلایا

فلک سے زمیں پر گل افشائیاں ہیں کہ خود خالق عرش رحمت نشاں ہیں
قد مبوس جھک جھک کے بہات آسماں ہیں شبِ غم میں الوار جلوہ کشاں ہیں

رام نام ہما

(بانی گورو گرنتھ صاحب، محلہ ۴)

گورمکھ گورمکھ ندری رام پیارا رام
کلیک رام نام بڑھتھا گورمکھ پار لگائی
ناناب دان دیاکر ویسے رام نام نینداری
تن انترے موہ دیا پے کھن کھن بایا لائی رام
انیک کر م کرے ابھیما نی ہر رامو نام چرایا
نانک گورمکھ نام دھیا یا تا پائے موکھ دوارا
ایہ متوا کھن اوکھ پیا نی بھر مداکت گھرائے رام
جن کی تیج رکھے رام ناما پیر لاد اودھار تر لائے
نانک رام نام سن پھینے رام نام سما یا
سب اتھ سب دہم ملے من چندیاں سو پھل پائیا رام
تر مت کو بندھ گئی سُدھ ہوئی رام نام من لائے

جھم جھم جھم جھم بر سے امرت دھارا رام
رام نام پیارا جگت تستارا رام نام وڈیانی
بلت پلت رام نام سہیلے گورمکھ کرنی ساری
جنی رامو رام نام و ساریا سے من مکھ ٹوڑھ اھیلی رام
بایا من لائی ٹوڑھ جھئے اھیا نی جن رام نام نہ بھایا
جہاں وکھم تم نیتھ دوہیلے کا لوکھت موہ اندھارا
رامو رام نام گورو رامو گورمکھ جانے رام
من اکت گھرائے سب گت مت جا ہر رامو نام سہا
رامو رام نامورم آجا کن کہتیاں انت نہ پائیا
جن انترے رام نام و سے تن چندتا سب لپایا رام
من چندیاں پھل پائیا رام نام دھیا تیار نام گن گائے

نانک ہر جگہ سدا دن لائیں گورنگھ سج گھر دیا
جے دھرتی سب کچن کر دیکھ بن ناویں دن بھایا رام
رام نام دھن پونجی سنجی ناؤ وے نہ جانی
نانک گورنگھ رام پچاتا کر گیا آپ ملاوے
رام نام منتر ہر وہ دلیہ ننانک ملن سوکھائے

سچل جگم سر سب ہو نیا جت رام نام پر کا سبیا
جن سر دھا رام نام لئی تن دوجے جیت نہ لایا رام
رام نام من بھایا پر سکھ پایا انت چندیا نال سکھی
رام نام اس جگہ میں تلہا جم کال نیرٹہ آوے
گورنگھ سکھ گورو ہے اکیو گورا پدیش چلائے

نوٹ :- گورو گرنٹھ صاحب کی تقریباً ایک ایک لائن میں رام نام کا شیدا آتا ہے نہ معلوم اس گرنٹھ پر شردھار کھنے
والے کیوں رام نام منتر کا جاپ اور بھگوان رام کا بھجن نہیں کرتے اور نہ ہی رامائن کا پاتھ ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ دسویں
بادشاہی گورو گوبند سنگھ جی نے پیشکش شدہوں میں رامائن کی ہما گائی ہے۔

رام کھتا جگ جگ ائی سب بھاکت نیت
جو ایہہ کھتا سنے آوے گا وے
لشن بھکت کی اہ بھل ہوئی
اسورگ باس رکھو نہ کیا سگری پری سمیت
دکھ پاپ تہنہ نکٹ نہ آوے
آدھ بیادھ چھو کے نہ کوئی

گورو تیغ بہار جی کے آخری شہید جو انہوں نے شہید گنج دہلی میں کہے تھے :-

بن پھٹکیو بندھن پڑے کچھونہ ہوتا پائے
سنگ سکھا سب سج گئے کوؤنہ نبھو ساتھ
رام نام آر میں گبیو جا کے سم نہیں کوئے
کہونا ناک اب اوٹ ہرج جیوں ہو ہو سہائے
کہونا ناک ایہہ بیت میں ٹیک ایک رکھونا تھ
جہہ سہرت سنگٹ بٹے درس تہارو ہوئے

کالج کیوں نام آدھا را جیت جیت نرا تریں پارا

نوٹ :- سچ گج باہتی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک مشہور پورا ناک کھتا ہے جسکو ہر ہندو جانتا ہے۔ گورو بہار جی کے یہ شہد ثابت
کرتے ہیں کہ انکو پورا ناک گرنٹھوں پر کس قدر شردھا اور شوق اس تھا۔

انگریزوں کی حکومت سے پہلے ہندو اور سکھ دو علیحدہ مذہب نہیں سمجھے جاتے تھے لیکن انکی کشنیتی سے آج
چند سمجھدار لوگوں کے باقی تمام لیڈر تقرقات بڑھا کر قوم اور دلش کی یکجہتی کو بے حد نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کوئی وقت
تھا جب ہر ہندو گھرانے میں سب سے بڑے لڑکے کو سکھ بنانا ایک منبرک اور دھارماک فرض سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب ہر
ہندو ہندو محسوس کرنے لگا ہے کہ اکائی پنڈت اب سکھ دھرم کا انویائی نہیں رہا۔ اس لئے اپنے لڑکوں کو سکھ بنانا گویا ہندو
دھرم سے متنفر کرنا ہے کیونکہ اکائی پنڈت اپنی سناٹن مریادوں کو تاملی دیکر اب رام اور کرشن کی مہند کرنے میں اپنی بڑائی خیال کرنے لگا ہے۔

مکار دشمن انگریز کی کش نیتی نے ہمارے دماغوں پر کتنا بھیاناک اثر کیا ہے۔ اکالی سیکھ اب مندروں میں جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور ادھر ہندو بھی اب گورو داروں میں جانا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ جہاں رام اور کرشن جیسے ہمارے شولہ کی ہندا ہو۔ اور جہاں مورتی پوجا اوتار واد۔ شرادھ ترین۔ اور ویدوں کی تعلیم کا درودھ ہو۔ وہاں ہندو جا کر کیا کریں۔ کسی نے سچ کہا ہے :-

دشمن بات کرے اُن ہوتی ۔

مکار دشمن انگریز نے پتا پتر میں۔ بھائی بھائی میں۔ انگریز پرش میں۔ مالک اور نوکر میں۔ نفرت کا سبق دیکر اس پوتر بھارت ورش کی پراجین سمجھتیا اور سنان ویدک دھرم کی جڑوں کو ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ اپنے دھرم شاستروں پر ہماری شردھا نہیں رہی۔ اور ہم شتر بے ہمار کی طرح ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں :-

کبھی اتنا پورے کبھی سمت اداوی ۔ کبھی پرکھم سماجی ۔

کبھی اکالی۔ کبھی رادھا سوامی کبھی نرنگاری۔ کبھی برہما کماریاں اور دیگر بے شمار پنچھوں کی شرن بیتے ہیں۔ لیکن اتم گیان اور شانتی کی کہیں سے بھی پراپتی نہیں ہوتی۔ سنان ویدک دھرم سے متنفر ہو کر ہم گورو دم کے پھیانک جال میں لھنس گئے ہیں۔ ان پنچھوں میں بشیر تو یہی سبق دیتے ہیں۔ کہ گورو کی شرن آجاؤ۔ گورو ہی پریشور ہے۔ اور روپ میں جھگوان ساکھشات پرگٹ ہو چکا ہے۔ ماتل شراب وغیرہ اندریوں کے جھگوں میں کوئی پرائی نہیں ہے۔ کھانا پو اور مونج اوراؤ EAT DRINK AND BE MARRY یہ جنم بار بار نہیں مایگا۔ گورو ہمارا ج تہیں اس سنسار سے تار و نیلے۔ مرنے کے بعد تمہاری رُوح کے ساتھ وہی ہونگے ہندوئوں میں جا کر تمہروں کی پوجا کرنا۔ نیز جب تپ اور بھجن سب بیسود ہیں۔ جب گورو کے روپ میں ساکھشات پراتما پرگٹ ہو چکے ہیں۔ تو رام کرشن۔ گورو نانک وغیرہ کو اوتار مان کر ان کی اُستیتی اور پرا تھنا کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ وہ تو اس سنسار میں آپ میں نہیں۔ بسلے جو پراتما تھما ہے روبرو (گورو) پرگٹ ہے۔ صرف اُسکو ہی پریشور مانو۔ جھگوان کرشن کی بنائی ہوئی گیت غلط ہے۔ ہمارے (برہما کماروں کے) گورو کی بنائی ہوئی گیت ہی جھگوان (شور) کی سچی گیت ہے۔

یہ سب نئے نئے پنچھ کیوں جاری ہوئے؟ اسکی تمام ذمہ داری آریہ سماج اور اکالیوں پر ہے۔ اکالی پنچھ اور آریہ سماج نے سنان ہشیوں کے سدھاتوں کا درودھ کیا۔ لوگوں میں شردھا بڑھی اور تقریباً سب ہندو اور سیکھ اپنے سنان ویدک دھرم سے متنفر ہو گئے۔ اب نہ کوئی آریہ سماج میں جاتا ہے۔ نہ مندروں میں۔ گورو گرنتھ صاحب کے اکھنڈ پاٹھ تو کرائے جاتے ہیں۔ لیکن گوروں کی تعلیم پر کسی کا بھی عمل نہیں۔ کیونکہ گورو گرنتھ صاحب کی بانی کو سمجھنے کے لئے ویدانت کے گرنتھوں کا سوا دھیلے ضروری ہے۔ جن کو پڑھنا اور سنانا تو درکنار دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھا جا رہا ہے۔ گورو گرنتھ وید شاستر اور پورانوں کا سار ہے۔ اُسکو سمجھنے کے لئے وید شاستر۔ پوران۔ اور ویدانت گرنتھوں کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ صرف طوطے کی طرح بانی رٹ لینے سے اتم گیان کی پراپتی اسمبھو (ناممکن) ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

(۱۸)

قسط نمبر ۸

ایشا واسیہ اپنشد

(مترجم شری جی سونت رام جی)

میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔ تو لگتا ہوں۔ جانتا ہوں۔ ان کسوٹیوں پر پورا اُترنا تو کیا۔ پاسنگ بھی تو نہیں ہوں۔ پھر بھی غور کرتا ہوں کہ میں انسان ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اونچا اُٹھ رہا ہوں۔ دنیا میری طرف بھگنے لگی۔ مکمل حقیقت یہ ہے کہ میں گرتا جا رہا ہوں اور وہ دن نزدیک ہے۔ جب سب مجھے ٹھوکریں ماریں گے۔ کاش کہ میں سمجھوں کہ غور انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت ہے اور میں حیوان نہیں۔ اس لئے عمل حیوانیت مجھے شوبھا نہیں دیتا۔

انسانیت عمل ہے۔ فرض ہے۔ کرم ہے۔ یہ عمل ہر کسی کے لئے لازمی ہے۔ اس کے بغیر دنیا کی تخلیق جاری نہیں رہ سکتی۔ انسان کیا خود چلوان بھی عمل کے بغیر نہیں رہتے تھے تو گیتا میں ۱۱ ادھیائے تین شلوک ۲۲-۲۳-۲۴) جھگوان شری کرشن جی فرماتے ہیں۔ "میں اپنے لئے کچھ خواہش اور تمنا نہ ہوتے ہوئے بھی۔ کیونکہ مجھے کمی ہی کسی چیز کی نہیں۔ پھر بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہوں۔ اسلئے نہیں کہ کچھ ملیگا۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا کرنا فرض ہے۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ عالم میں سبھی بڑوں کی پیروی کرتے آئے ہیں۔ بچے باپ کے نقش قدم پر چلنا سیکھتے ہیں۔ اُسٹاؤ سے ہی توشا گرو سیکھتے ہیں۔ میں بڑا ہو کر اگر خود ہی کچھ نہ کروں۔ تو میری مخلوق میری اولاد بھی یہی سیکھے گی۔ اور اگر سب اپنا کرم چھوڑ دیں۔ تو سنسار کا چلنا ہی ختم ہو جائیگا۔

ابھی ہم زندگی کی چار منزلیں تقسیم اور پڑاؤ کے بعد منزل مقصود پر پہنچنے کی بحث کر رہے تھے۔ اس دوسری منزل پر ابھی اتنا ہی اکتفا کرتے ہیں کہ یہ عمل کی منزل ہے۔ اس پر آخر میں پھر بحث کریں گے۔

نیسری منزل بان پرستھا شرم۔ منزل رباط۔ زندگی کا تیسرا پڑاؤ۔ 25 سال تک گرجتھ کے آرام و آسائش دیکھنے اور ہر قسم کے لذت لوٹنے کے بعد کیا دل بھر جاتا ہے۔ نہیں۔ وہ تو جاہتہا

کہ زندگی بھر ایسے مزے لوٹتا ہی رہوں۔ یہ زندگی کا نصف النہین صرف انہی کی زندگی ہی تو نہیں۔ یہی لئے تو اس کا بھی عرصہ تعین کر دیا گیا۔ کہ انسان جاگے گرجتھ کے چکر سے ذرا نکل کر۔ ایک طرف بیٹھ کر سوچے۔ بکا کرے۔ 25 برس تک کیا کیا اس نے۔ کہاں ٹھیک چلا۔ کہاں ٹھوکریں کھائیں۔ اپنی غلطیوں کیلئے پشچا تا پ کرے۔ تراجی نہیں عمل سے بلکہ طور سے تجو رہتے ہوئے۔ اپنی خواہشات کو عمل دیا خدمت سے مارتے ہوئے اپنی آتما کو سنسار میں اور سنسار کو اپنی آتما میں دیکھتے ہوئے۔ اور اس سے اوپر اپنے مخزن برہم کی اُردھنا کرتے ہوئے جہاں آخر کار مل جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے عمل سے پاکیزہ کرے۔ زبان سے نہیں۔ دکھاوے کیلئے نہیں۔ بلکہ سچے دل سے۔ دنیا کے لئے ایک مشعل رہا ہے۔ بن کر

جس سے سبکو روشنی حاصل ہو۔ جو جہاں جلائے۔ ایک نورانی چراغ ہو۔ سب سبق حاصل کریں۔ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ لے۔ ایسے کہ دُئی اٹھ جائے۔ وہ خود منزل بن جائے۔ محبوب بن جائے۔ تب پھر۔

۴۔ سنیاں اس شرم۔ آخری منزل آگئی۔ ۷ برس کی آخری منزل۔ اُس نے اپنے آپکو سمجھ لیا۔ اُسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی ایشور ہے۔ اُسے کسی سے خاص محبت نہیں لگاؤ نہیں تعلق نہیں۔ تو کیا اُسی بن جائے؟ نہیں۔ وہ پھر بھی کرم کرتا رہتا ہے۔ وہ باپ کی طرح سب سے محبت کرتا ہے۔ بے فکر بے لگاؤ۔ ہر کہیں جاتا ہے۔ باپ کی طرح اولاد کی خدمت کرتے کے لئے بے غرض سیدو کا جسم۔ ہر اتھا اُسکی اپنی اتھا ہے۔ ہر جگہ وہ فرہے۔ کوئی اُسے سر پر اٹھاتا ہے۔ اُسے خوشی نہیں۔ کوئی اُسے ٹھکراتا ہے۔ اُسے غم نہیں۔ وہ اتھا رہے۔ دنیا کی نعمتیں اٹھ باندھے اُسکے آگے بسجود رہتی ہیں۔ وہ مست ہے۔ اُس کا دل نہیں بھسکتا۔ وہ عالم کو فیض دینے کے لئے فیضی ہے۔ وہ خود فیض ہے۔ اُسے فیض سے کیا۔ اُس کے دروازے ہر کسی پر کھلے ہیں۔

یونہی گذار کر عمل میں نہ کرتے ہوئے بھی سب کچھ کرتے ہوئے۔

خواہشات سے اویس اٹھ کر انسان اپنی انسانیت سے ستر سال جی کر انسان سے پرہیز ہو کر برہمن میں مل سکتا ہے اپنی راہ پر چلتے ہوئے۔ اور اگر وہ راہ سے بٹھک جائے۔ تو بٹھکے ہوئے راہ گذر کو کیا کچھ پریشانی اٹھانی نہیں پڑتی۔ اور ہمارے شاستروں کے مطابق تو چور اسی لاکھ جنموں کا چکر ہے۔ ویسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف اقسام کے دیو روجوں کی گنتی ہی ناممکن ہے۔

حقیر بھاؤں میں بھی روح کی موجودگی کی کچھ وجہ تو ہونی ہی چاہئے۔ کرم سے گر جانے کا ہی کارن ہے۔ راہ سے بٹھک جانے پر پریشانی ضروری ہے۔ خواہ وہ جنموں کا چکر ہے یا کچھ اور۔ پرہے تو ضرور۔

ایسے ہی زندگی کا لاکھ عمل ہر مذہب میں الگ الگ ہو سکتا ہے۔ مقام اور دنیا کی آپ و ہوا کے لحاظ سے خوراک اور لباس بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ رسم و رواج بھی الگ الگ ہو سکتے ہیں لیکن جہاں ناک انسانیت کا تعلق ہے۔ وہ ایک سی ہے سب ایک ہی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ بھی کھائیں ایک ہی طرح سے کھاتے پیتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں اور کتے ہیں ہر جگہ ایک سی آشائیں باندھی جاتی ہیں۔ ایک ہی مخزن سے آنے والی رُو میں پھر اپنے مخزن سے بہنے کیلئے واپس مرنجاتی ہیں۔ یہ عمل تو چلے گا ہی۔ منزل سے اٹھی ہوئی اتھا واپس منزل پر پہنچے گی ہی لیکن کیسے پہنچے۔ بغیر چلے تو منزل نہیں ملتی۔ اسی کے لئے ایشو اپنشد کے اس دوسرے منتر میں تنقین کی گئی۔

कुर्वन्ने वेहकर्म

یہاں اس عالم میں اپنے فرض کو انجام دو۔

ایسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ इतः प्रत्यथान् प्रस्ति اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ کرم ہی تو تمھارا صحیح راستہ ہے۔ ٹھیک راستہ پر عمل پیرا ہو۔ بے راہ نہ ہو۔ اپنے اب اور وچار کریں۔ کہ ٹھیک راہ کیا ہے۔ اور بے راہ ہونا کیا ہے۔

(باقی پھر)

جامِ وحدت

(از قلم شہری سوامی پری پور ناتندجی پورن)

جرعے سے سہا ہوں دیوانہ اور مستانہ بھی
صد بارہوں فدا قدموں پہ ساقی کے پس نہار
جی جگر کے بوں پیتا ہے توحید مسجد میں
ملتانہ تھا جسکا کوئی نشان جستجو سے بھی
اپنی ہی خودی کے فتنے آتا یہ اپنا ہے وہ غیر ہے
جامِ وحدت سے ہوا ہوں مجذوب میں اس قدر
منظر ہستی و علم و سرور ہے سب کچھ یہاں
عشق کا شعلہ جھڑک کر رختِ خودی جلا گیا

اپنی ہی ذات سے ہوں پورن در دستِ بے عار ہو
ایا نہ ہے توسا قی اور تر ا میں نہ بھی

پورن الوکھو (ہندی) شہری سوامی پری پور ناتندجی ہماراج کی تصنیف
قیمت صرف 75 پیسے۔

گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شہری سوامی گوبند ناتندجی ہماراج قیمت 3 روپے۔
برہم سوترت ہندی قیمت 6 روپے۔ شکر دگ (جے) (ہندی) قیمت ساڑھے چار روپے۔

منگانے کا پتہ۔ دفتر سالہ اوم اجیری گیٹ دہلی ۷

اودھ

قسط ۳

مہرشی بامد پو کی کہتا

از قلم اتم دہشی باوانیکہ سنگھ جی بیدی

سلسلہ کیلئے دیکھو پیرا گسٹ

صفحہ ۹

پھر اُس نے بیان کیا کہ اے بھائیو! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ سنگارک مینیوں کے پاس اتم کی تعلیم پاتا تھا۔ اور تم بھی پالتے تھے۔ لیکن مجھے بھادی جنم کا روگ تھا۔ اس لئے سنگارک مینیوں کی کلام کافی تاثیر نہیں کرتی تھی۔ اور یہ پردہ بغیر دوسرے جنم کے واقع ہونے کے قابل نہیں تھا کیونکہ مجھے اتم نقد ملتا ہے جس طرح تخم دیا گیا ہو۔ اور اُس پر پتھر رکھ دیا ہو۔ تو کیونکہ انگریزی لاسکتا ہے۔ بھادی جنم کا پاپ میرے دل میں ایک سخت پتھر تھا۔ جو کچھ کہ سنگارک مینیوں نے دل کے بھیت میں پڑایا اسوقت انگریز نہ لایا۔

اب جو میں تم میں سے سو گیا اور دوسرے جنم میں اٹھا۔ تو آنے والے جنم کا پتھر ختم ہوا۔ وہی تعلیم کا بیج انگریز لایا۔ اب میں اپنے اتم کو انہیں کے کلام سے نقد پاتا ہوں اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ "میں ہی مٹی ہوں۔ میں ہی سورج ہوں۔ بلکہ سب میں سب پتھر ہوں۔"

اے بھائیو! میں حیرت میں دیکھتا ہوں کہ میں ازل سے بار بار ان دیوتاؤں بلکہ کی چرند کیا پرند کیا حیوان کیا کیٹ پتنگ سب کی جو مٹیوں میں جو بیشمار ہیں بے شمار دفعہ آیا بھی دلتا بھی گندھرب بھی سورج بھی پرما پت۔ بھی انسان بھی گائے بھی ٹھوڑا۔ اونٹ وغیرہ ہوا ہوں جسکی میں اب گنتی نہیں بتلا نہیں سکتا۔ اگر میں دیکھتا نقد ہوں۔ اے بھائیو! میں ازل میں اس سنسار میں جو نیاں پلٹتا چلا آیا ہوں جو ایک سخت لہر ہے کے پتھر کے موافق کہا جاسکتا ہے اور میں زور اور شہباز کی طرح اس سنسار پتھر میں مقید تھا۔ اگرچہ وہ سنسار روپی پتھر و نلاد سے بھی سخت ہے۔ تو بھی مجھ زور اور شہباز کی قوت بازو کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔

لیکن مجھے اودھ کے سبب اور اُس پتھر کیساتھ محبت کے باعث پتھر سخت سا ہو رہا تھا۔ جو لوگ مانتے ہیں کہ اب میں سنگارک مینیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اتم بل کی تعلیم دی اور مجھے بتلادیا کہ تو ایک زور اور شہباز ہو۔ یہ سنسار کی قید تم میں کہاں ہے۔ کیا کہیں شیر بھی تار خام سے قید ہو سکتا ہے۔ کیا زور اور شہباز بھی خام ڈھروں میں بندھا رہتا ہے؟ مگر میں بسبب اُنے دے جنم کی رو کاوٹ کے یقین نہیں کرتا تھا۔ قبول تو کرتا تھا۔

اب جو رو کاوٹ کا پتھر خود بخود رفع ہو گیا۔ اور اُنکی تعلیم کا تخم حل میں انگریز لایا ہے میں نے منداتے (مست) شہباز کی طرح اتم بل سے اس پتھر کو توڑ دیا۔ اور نقد آ پاپا۔ سب میں سب کچھ سب سے الگ آزاد مطلق ہوں۔ آئین! ایسا بامد پو حل میں بولا۔

تجربہ مت کرو۔ اپنے اتم کی پہچان کی جہاں ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو سرب روپ دیکھتا ہوں۔ اور یہی معرفت ہے

جو اس فضل میں بھی داخل کرتی ہے۔ اور وہ ایک اہم پہ جو میں کرتا تھا۔ اُن کا پھل ہے۔ کہ میں حمل میں بولتا ہوں۔ میری مایا کا یہی قدرتی قانون ہے۔

اے بھائیو! جو کچھ کہ سنکا دک بشیوں نے تمہارا تعلیم دی ہے۔ سچ ہے۔ اُس پر غور کرو۔ اور غور کر کے یقین کرو۔ تم بھی قتل پاؤ گے۔ تمہارے دلوں میں باپ اور انکار ہے۔ جو فضل میں نہیں آئے کیا تم اب میری شہادت نہیں دیکھتے۔ کہ میں اُس فضل کے سبب سے کسی عجیب طاقت میں آیا ہوں کیا کوئی حمل میں بھی بات چیت کر سکتا ہے۔؟
دیکھو میں تمہارے سامنے حمل میں جو کچھ بنا نہیں کیا بولتا ہوں۔ اور اُس بڑے فضل کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں سب کچھ ہوں۔ کیا میں بھی جب تم میں تھا تمہاری طرح نہیں ڈرتا تھا۔ کہ یہ خدائی دعویٰ ہے۔ ہم عاجز بندہ انسان ہیں۔ پر اب جو اپنے اتنا کی پہچان پائی اور بدنوں اور جونوں کو منہ باس کے بدلتا دیکھا۔ تو تصدیق کرتا ہوں کہ میں ازلی ابدی۔ اول۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن ہوں۔ اے موت تیرا ڈنک کہاں؟ اے جتنا تیری جان کہاں؟

اے بھائیو۔ اوتیا مجھے یوں دکھائی دیتی ہے جیسا کہ ایک لہجہ کا لقمہ ہوتا ہے۔ اور ملک الموت جسے تم ہم راج بولتے ہو۔ ایک چٹنی ہے اور میں اُسے یوں دکھاتا ہوں جیسے ایک زور اور آدھی ایک لقمہ کے ساتھ کھا جاتا ہے اور مرے ذر تصدیق کرتا ہے یہ دعویٰ خدائی نہیں۔ بلکہ میں اپنے اتنا کی بڑائی کرتا ہوں۔ یہ کب تک نہیں بلکہ میری کہانی ہے۔ میں بھی جب تک تم میں تھا۔ اپنے جسم کی معرفت سے جو کمزوری تھی۔ تمہاری طرح ڈرتا تھا۔ اور اس تصدیق کو کفر خیال کرتا تھا۔ مگر تم سے بڑھ کر یہ فرق تھا کہ میں سنکا دک نہیںوں کے قول کو مانتا تھا۔ اگرچہ کامل یقین نہیں کرتا تھا اس وجہ سے میں نے اب فضل پر فضل پایا۔

میں سچ کہتا ہوں وہ جو تمہیں ڈراتے ہیں۔ کہ یہ تصدیق کفر ہے۔ دروچن کے شاگرد ہیں اور وہی کفر میں ہیں اور یہ تو عین امت کی پہچان ہے۔ دروچن خود نہیں سمجھا۔ دوسروں کو کیا بتلاوے۔ انکی مثل ایسی ہے جیسا اندھا آدمی کو راہ دکھاتا ہے۔ اور خودوں کو گمراہی میں گرتے ہیں۔ بدن خود تاریکی ہے۔ وہ جو بدن میں خودی رکھتا ہے تاریکی میں چلتا ہے لیکن اتنا اور ہے۔ جو اسکی تاریکی میں چمکتا ہے۔ وہ جو اس نور میں خودی رکھتے ہیں۔ نور میں چلتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاریکی کا نام ہی کفر ہے۔ اس لئے۔ میں بدن ہوں۔ میں بندہ ہوں۔ یہی کفر ہے۔

میں نور ہوں۔ سچہ داند ہوں۔ یہی صداقت شہادت اور راست بازی ہے۔ اے بھائیو! سچ جانو۔ جو تاریکی میں چلتا ہے۔ وہی ٹھوکر کھاتا ہے جو نور اور چاندنی میں چلتا ہے۔ وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ کیونکہ دن میں چلنے والا کبھی ٹھوکر کھاتا نہیں دیکھا۔ یہ تصدیق تو اب میں روز روشن کی طرح دیکھتا ہوں۔ اندھا ہے جو اس روز روشن کو رات سمجھتا ہے۔ اسکی ہرگز نہ سُنو۔

وہ جو اتنا کہ نہیں جانتے۔ خود منزل اندھیرے کے ہیں۔ اندھیرا نور کے پاس نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ اُس میں جو اسکی بدی چھپی ہوئی ہے۔ نور میں کھل جاتی ہے۔ اس لئے وہ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ صل میں پائی ہیں اور انکے باپ اتنا تاریکی میں چھپے ہیں۔ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس تصدیق کے نزدیک نہیں آسکتے۔ ایسا نہ ہوانے کا باپ

کھل جاؤں۔ اس لئے اس تصدیق سے دُرتے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے کفر سمجھتے ہیں۔

اے بھائیو! یہی تصدیق ہے جس پر آتے ہیں فضل بر فضل۔ یہی معرفت ہے جس پر ملتی ہے معافی بر معافی یہی کیا ہے جس پر ملتی ہے نجات بر نجات۔ اسی کو ڈھونڈو۔ اسی کو پاؤ۔ اسی کو پاؤ۔ انسان برہم ہوتا ہے۔ اسی کو پاکیزگی کی چڑیا سونے کی چڑیا ہو جاتی ہے۔ میں تو اس تصدیق سے دھن دھن ہو گیا ہوں۔ اور اسی معرفت سے کرت کرت (محلوظ) ہوں۔ جب بامدیو نے اس طرح انہیں تعلیم دی تو حیرت نے انہیں اکھیرا اور کہا کہ تو کب تک ہمیں اذہیر میں رکھیں گے؟ سچ سچ کہو تم کون ہو؟ بامدیو ایک ہمارا خویش عا جز بندہ تھا۔ ہماری آنکھوں میں اسی بے چارگی (عاجزی) میں مر گیا۔ اگر بھوت ہو تو بھی بتا دو۔ اگر کسی دیوتا کا اوتار ہو تو بھی بتلاؤ۔ حیران نہ کرو۔

تب وہ بولا۔ میں نے تو کہا پر تم قبول نہیں کرتے میں سچ کہتا ہوں۔ پر تم نہیں مانتے۔ جو کوئی میری سنتا ہے اسے ابدی زندگی مفت میں عطا کرتا ہوں۔ پر تم سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ بہت بڑے سر۔ کماکان تو کھلے ہیں۔ پر دل کے کان بند ہیں۔ تم نے سنکارک منیوں سے سنا۔ پر قبول نہ کیا۔ اے نادانو! اگر میرے قول کو نہیں مانتے تو میرے کاموں کو تو مانو۔ کہ منظور جنا تیں گیا اور حل میں بولتا ہوں کیا کہیں ایسا ہوا ہے؟

اے بے ایمانو! میں اودیہا کے سبب تم میں بے چارہ سا بامدیو کی صورت میں رہا اور مواتو کیا ہوا۔ اب تو تم مجھے فضل پر فضل بلاتا دیکھتے ہو۔ جبکہ میں بیچارہ ہو کر تم میں رہا اور تم نے مجھے فضل نہ پہنچا سکتا تھا۔ تم نے میرے لئے نام کیا اور برسوں روئے رہے۔ اب جو میں فضل اور جلال سے مخصوص ہو کر آیا ہوں۔ تم میری تعریف (صفت) نہیں کر کے بھگت بھگت بھرتے ہو۔

میں سچ کہتا ہوں کہ تمھارے دلوں میں بڑا پاپ ہے۔ تم نے سنکارک منیوں کو بھٹلایا جو برہما جی کے پتر ہیں۔ اور پھر مجھے بھی جو فضل اور عجائبات سے آیا ہوں بھٹلاتے ہو۔ خردوار ہو جاؤ اپنے آپ کو سمجھا لو۔ نہ تو میں بھوت ہوں نہ چڑیل۔ بلکہ وہی بامدیو ہوں جو تم میں تھا۔ لیکن اب جو میں فضل پایا ہوا تصدیق کرتا ہوں۔ میں ہی بھوت ہوں۔ میں ہی چڑیل ہوں۔ میں ہی اوتار ہوں۔ میں ہی اندر ہوں۔ میں ہی پر جاتی ہوں۔ مجھ سے کچھ بھی باہر نہیں ہے۔ بلکہ میں سب میں سب کچھ ہوں۔ تب انہوں نے یقین کیا۔ کہ یہ بھوت نہیں۔ بلکہ وہی بامدیو ہے۔ جو ہمارا خویش تھا۔ کیونکہ سب پتے جو لگتا ہے ٹھیک ہیں تعجب نہیں کہ سنکارکوں کی تعلیم کے طفیل اس نے یہ بڑا فضل پایا ہو۔ اس لئے سچ جانتے ہوئے اس پر ایمان لائے اور معافی مانگی۔ اے بامدیو میں معاف کرو ہم نے یقین کیا ہے کہ تو وہی بامدیو ہے جو ہمارا خویش تھا۔ اور تو فضل بر فضل پالے کیا ہے۔ لیکن ہم بڑی اودیہا کے سبب اپنے آتما کو نہیں جانتے۔ بے شک سنکارکوں نے ہمیں بہت سمجھایا۔ پر ہمارے پاؤں کے سبب سے وہ پردہ جو کلام سے اٹھتا ہے نہیں اٹھا۔ اس لئے انکار رہا۔ تو شر ذہار کھتا تھا اور قبول کیا۔ اس لئے فضل پر فضل پایا۔ جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اب ہمیں بھی اس فضل میں بلا اور یہ بھید کی بات بتلا۔ جو تو آپ دیکھتا ہے۔ ہم بھی تیرے طفیل نعمت بر نعمت پاؤں گے۔

— (باقی پھر) —

رشی نار دکی پریم پیسونی پریم وریا بھینٹ

(از قلم شری جگن ناتھ دھندہ صفی) نئی دہلی۔



۱۔ چلتے پھرتے اکدن نار دیرانہ کال سمے ہی
 ویتونا دھتے کرتے اے گد گد ہر دے ہو کر
 اترے جن میں چمن کر کے گئے پار وہ بھٹ پٹ
 سپر کیا بری جھوٹی سے جب ہو گئے اتنہ و بھور
 ہم پر بھیت ہر دے پہنچے آن شری جمناجی
 در شہر دیکھ کے جمنانٹ کا اپنے آپ کو کھو کر
 کھل گئیں ہاچھیں دیکھ در شہر وہ کیا تھا جمنانٹ
 کھول کے انکھیں گئے دیکھنے اب وہ چاروں اور
 من مہا پ بھتی کیسی وہ سچ جھوٹی ہری بھری بھتی
 اُسکی الو لکھتا ہی اتنہ و نکو بھاس رہی بھتی

۲۔ چٹپ چاپ بھتی چروں اوشن شان کھی کچھ ٹرھکر
 وانا اورن الو کھا ہی تھا چٹپ چاپ بھتی بھائی
 اچھیرہ چکت یوں ہو کر ناروٹکے شوچنے من میں
 دوش ہے میری آنکھوں کا جو دیکھ نہیں کچھ پایا
 سمجھ نہیا تے اُس کارن یوں ہو گئے چکت منیشور
 ییشونہ پکشی دیکھا کوئی نہ ٹکرو دیا سنائی
 دوش ہے میرے کانوں کا جو کچھ سن پایا نہیں بن میں
 ویرتھ ہوئی وہ بھانا میری بھتا جس سے میں یہا آیا
 بہت دور آنکھوں کے گھور سے رشی نے پھر دوڑائے
 یہ بھی سچل نہ ہو پایا کچھ شچل رہا آیا تے

۳۔ بھتی چٹپ چاپ اب اُنکی وینا کچھ ایسا وانا اورن تھا
 بھوٹکے سے ہو کر رشی نے اب اُس کے قدم بڑھائے
 دیکھ دیکھ کے در شہر وہ سارا ہو گئے اُسٹا ہین
 ہو رہے تھے چکت منیشور دیکھ او ستھان کی
 اسی انوکھی خاموشی نے کیا اُس کا من بھی ہر تھا
 پھر بھی رہے سچل مٹی وہ کچھ بھی دیکھ نہ پائے
 اور تبتھتا کے ساگر میں ہو گئے بس نلین
 جار ہے تھے اگے اگے بھول کے سدھ بدتن کی
 اتنے میں نارو نے دیکھی بھی وہاں اک سندری
 دھیان مست اک پیر کے نیچے بندھتیں انکھیں جسکی

سنا امید۔ س مستغرق۔ نہ خاموشی۔

۴۔ لیکن جتنی ایسی دھیان میں اسکو مشغول تھی تن میں کی کوئی بناوٹ کوئی سجاوٹ نہیں تھی اس کے تن کی بال تھیں اس کے لمبے لمبے بکھر رہے گندھوں پر مست الفت وہ دھیان میں اپنے بیٹھی تو یوتی تھی رشی نے اسکو دیکھ کے ایسے کیا اسے سمجھو دھن کون ہو دیوی بیٹھی بن میں کھو کے اپنا تن من

سفیر کپڑا

۵۔ بیٹھی ایک اکیلی ہو تو تم دھیان مست لیں ہو کر آدر تیرے رشی ہو دے، کیس تو ترنوں پر ہم ودیا پر اپت میں ہوتے مجھے گیانی برہم ہیں جو کہلاتے اس ایکانت سٹھان میں بیٹھی ہوں میں آپ میں لین پر تم تو آپ ہی برہم ودیا ہو، ایشٹ گیانی بنوں کی ہے مجھے پر اپت کرنے کی نرت چیشٹا ان سچنوں کی

محرم

۶۔ سب سنساری دانشاؤں کے تیاگ کی ہوتی تو تم یہ نہیں میری سمجھ میں آتا ہے کیا تمھاری واپٹھا ٹھیک ہو کہتے رشی ہو دے نہیں مجھے کوئی بھونڈن گوبی بھاؤ سے چاہتی ہوں میں پر اپت نہیں کر پاؤں بغیر کرپا کے من موہن کی جو کبھی پر اپت نہیں ہوتے مٹی منیشورہ پتی تیشورہ ہیں آلو مفت میں کھوتے

رسالہ اوم دہلی کے اغراض و مقاصد۔ ۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گین کی تعلیم دینا۔

۲۔ جھگڑوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پرشوں کی اچھا کرنے والی زندگیوں کے حالات پیش کرنا۔ ۳۔ عالمگیر ادائیگی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب و تنگدلی کو دور کرنا۔

۴۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔

۵۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھا کر باہمی رواداری، قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

خطوط گویند

(از قلم شری سوامی گویند استنبی جبالپور)

گذشتہ سہ ہفتے

۱۹۳۴ء
از چھوٹے کانہ ۱۹ نومبر ۶

نریان پد میں ارششی

خط نمبر ۲۵۲

پرے آتما۔ اوم آئند۔ مرے مرے۔ بن جیوے۔ تو موکھنہ پیاوے گوہر و ناک صاحب کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ اور یہی اشنا و کرمی کا فرمان ہے کہ جب تک کل سندسار اور شری اور اپننگتا جنتا کا بھولنا یا بھولانا بھی بھول نہیں جاتا۔ نریان پد میں ارڈر ہونا مشکل ہے یعنی پرمانند حالت میں بہت شوک ہو کر قائم ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر آپ جسے پرمارتھاک شوریوں سے اس حالت کو انو بھون کیا تو پھر اس زبردستی امید ہی مشکل ہے۔ لیکن موجودہ حالت کو تب چھوڑنا چاہیے جب دانائی پورا رک اور اتنی جواب دے دے موجودہ دنیا میں ظاہری میں ایسی حالت کو ہونا مشکل ترین دکھائی دیتا ہے۔ ہاں کبھی اسی طور سے لے کر یہ نمونہ دیکھنا بھی غیر مناسب نہیں۔ فقط "

(۲) انتظام جہان نوازی کا لہ کا نشی رام نے اپنے ذمہ لے لیا ہے ہم نے خاص دخل چھوڑ دیا ہے۔ مگر فرضی اور معمولی نوعی الحال اکثر میں رکھ کر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ فقط گویند آئند "

خط نمبر ۲۵۵۔ نام روپ کو بھلا دو۔ پرے آتما اوم آئند

ایکا پتر مل گیا۔ اچھا کیا جواب نے بے دل یعنی دل سے پرے ہو کر (انتم درشتی سے) اس شری کے چتر فرضی ائمہ منواتر کو (خیالی کو) ناف کر دیا۔ جیسے باہر سے کیا ویسے ہی اندر سے بھی یہ قطعی تلف ہو جانا چاہیے یعنی نام روپ سے درشتی اٹھ جاوے بلکہ اپنا لیے گا اور ان کے کاروبار جیوں۔ مرن وغیرہ قطعاً چھوٹ یا بھول جاویں۔ تب ہی آئند بھو مکا ہوگی۔ فقط۔ گویند آئند "

۱۹۳۴ء
از چھوٹے کانہ منڈی۔ ۱۹ نومبر ۶

تخت نشینی

خط نمبر ۲۵۶

پرے آتما۔ اوم آئند۔ (۱) آپ کا پتر بھلا۔ حال تخت نشینی حقیقی کا پڑھ کر حیرت آتی ہے سن ہو۔ مگر یہ خیال رہے کہ شروع عملداری اور تخت نشینی میں بہت ذہنی متعلقہ انتظام پیش آتی ہیں کیونکہ پورا اہلکار جدید حکومت دینے قانون کو مشکل سے منظور کرتے ہیں یعنی پورا سنسکار مقابلہ کو گمان ہوتے پر

سامنے اُتر آتے رہتے ہیں۔ مگر بہادر جہاز اچھے اور باقاعدہ قانون پر حکومت کرنے والے ابن باتوں سے کب گھبراتے یا پروا کرتے ہیں۔ سب کو تابع کر کے حسب منشاء کام لیتے ہیں۔

یہ چند دن کے لئے امتحان کے آ رہے ہیں۔ ان دنوں میں خاص محنت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ خاص اندیشہ ہے۔ کہ زیادہ صلاح مشوروں اور میل جول اور کاروبار میں چپ کی حالت کچھ نیچے نہ آجائے اگر خاص نگرانی اور توجہ اس وقت اندرونی نہ رہی تو بہت سی سابق محنت کے بہرہ یکدم ہل بھر جاویں گے۔ اس لئے اس ضمن کو اندنوں میں ضرور ہر وقت دل کے سامنے رکھنا واجب ہے۔

(نوٹ) :- یہ آیام ہرادر خورد کی شادی کے تھے۔

(۳) ایک خط پٹیار سے آیا ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک وزیر کالٹر کا سوچی ناراٹن جی کا شبیہ وہاں آیا ہوا ہے۔ جس کی عمر بیس یا پانیس سال کی ہے۔ اور کابل میں باہر درختوں کے نیچے دن رات گذرتا ہے۔ اور جس کا ملنا بڑی تلاش سے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا شہرہ وہاں خاص ہو رہا ہے۔ لوگ ستنگی اس کے درختوں کے بہت خواہش مند ہیں۔

(۴) مبارک زندگی اُن پریشوں کی ہے جو سچے ویراگ سے اس نوجوانی میں دنیا اور دنیا داروں پر لات مار کر اتم پران ہو کر باقاعدہ لگ جاتے ہیں۔ وہ کیوں نہ جلد از جلد مکمل اوستھا کو حاصل کر کے دکھائیں گے۔ فقط۔ سب صاحبان کو اوم آئندہ۔ گوہند آئندہ۔

چوتھہ کانہ ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء

سوء کی کرپا

خط نمبر ۲۵۷

پرے آتما۔ اوم آئندہ۔ معلوم ہوا کہ لالہ بھگوانداس جی راکے چھ میں کل گئے ہیں۔ اتنا کال ہو گیا ہے۔ (۱۲) لالہ جیوں مل برادر لالہ کانشی رام کا کل گاری میں ہی امرت سمر لاہور کے درمیان شہر پریشانت ہو گیا ہے۔ یہ زندگی کا حال اور دنیا کے چھٹکے بے بسا اور لمبی میدیں۔ یہ سب جہالت اور سوء کی کرپا ہے۔ فقط۔ گوہند آئندہ۔

از چوتھہ کانہ منڈی ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء

اصلی کامیابی کی راہ

خط نمبر ۲۵۸

پیارے آتما۔ اوم آئندہ۔ پریم پتر مہا جہاں یہ ہے۔ (۱) جوڑ کے خنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں وہی پاس ہوتے ہیں۔ تالاق اور سست کبھی پاس نہیں ہوتے۔ (نوٹ) آپ بدستور لگے رہیں۔ آپ ضرور کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور جلد از جلد عروج و نیگے مگر ادھر ادھر کا کھانگنا اور کمی بیشی فیس پاس کا خیال نظر انداز کر کے اپنی سڑک پر مسلسل چلتے جاؤ۔ جیت اور اندریوں کی نگرانی بھی ہوتی ہے۔ مگر وہ بھی سبھاوک۔ اندریں دوتیت یا اگر من تیاگ کا دخل نہ ہونے پاوے۔ اور باہر سے شاستری جرنیل سڑک نہ چھوٹے اور اپنی کامیابی میں کبھی شک نہ آنے پاوے۔ کامیابی تو دراصل یہی ہے کہ ایک ادویت آتما ہی ہے۔ اس سے بچن جو نظر آتا ہے وہ محض ہماری ہے۔ نہ حقیقی انسان یقین اور دشمنی ہی مسلسل رہتی کامیابی ہے۔ سوء مسلسل رفتار موجودہ سے ضرور حاصل ہوگا۔

عظمتِ عرفان

مومن لال جی مستانہ یاقی اہل اندیا روہانی اتحاد کمیٹی و سسٹنٹ سیکرٹری چوتھی عالمی مذاہب
کا کنفرنس نئی دہلی جنرل سیکرٹری شہری مناتن و صدر کمینڈر سر جھا ولسٹ زون تھاک نگر نئی دہلی ۱۵

کہاں عظمتِ عرفان و آگہی کیا ہے خوبی کا ہوش نہیں ہے تو بخودی کیا ہے
خدا شناس و زمانہ شناس ہو لیکن جو خود شناس نہیں ہے وہ آدمی کیا ہے
مجھے یہ فکر کہ اعتناء زندگی کیا تھا تمہیں یہ خوف کہ انجام زندگی کیا ہے
بڑے قلوں سے دیتے ہیں دانش کو کی یہ دوستی ہے الہی تو دشمنی کیا ہے
ہر ایک دل ہے پریشان ہر اک نظر ویراں اک انقلاب کے آنے میں اب کمی کیا ہے
جوانی کا تابِ نظارہ سے ہو گئی محروم چراغ اس کے لئے کیا ہے روشنی کیا ہے
وفا و ہر سلامت خلوص زندہ باد اب اس کے بعد ہم سے لڑکی کیا ہے
ترس گئے عئے عرفاں کے ایک جڑے کو یہ ہم سے پوچھ کہ احساسِ تشنگی کیا ہے

ہزار سجدہ مستانہ کیجئے لیکن

جبیں یہ نور نہ آئے تو بندگی کیا ہے

پرماتمی خط

(از طرف شری سوہمی شاشیت آئندہ)

از شاہ آباد مارکنڈھ ضلع کرنال (دہلیانہ) پریم ہنس ست سنگ بھون

پریم ہنس آتمن شری میت دیو کی نندن جی شرمہ۔ جیوں اوم آئندہ۔ سورنہ 5.6.70
آپ کا پریم پتر 28/5 کا لکھا ہوا مل گیا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔

لوہار کو ادھاک اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں اور کام کر کے بھروسہ جگوان پر رکھیں۔ وہ خود غیبی بات سے سب کام خود کر دیتا ہے۔ ہمارے دشواریں کی کمی ہونے سے یہ روز نہیں کھلتا۔

روزانہ صبح سویرے اٹھنے کا ابھیاں بناویں اور کم از کم ایک گھنٹہ اپنے چیت کے نرووہ اور سروپ چنتن کا ابھیاں کریں۔ سہمہ پر اوشیہ پھلتا بلے گی۔ سواذھیائے بھی اوشیہ پنچشی کیوں کا کریں۔

آپ نے برہمانند پر کرن کے پانچ ادھیائے کے بارے پنچشی کار کا بھاو پوچھا ہے۔ سوچھاتی نیچے لکھا جاتا ہے۔

اول تو ایسے گرنہ سنکھ بیٹھ کر پی ٹی ورنے اور سمجھنے سے بات کھلتی ہے چھٹیوں میں ایک آنہ بھی بات نہیں کھلتی۔ پھر بھی آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ اور حقوڑا بہت اس پر پرکاش ڈال رہا ہوں۔

آئندہ کی ویاکھیا

برہمانند پر کرن میں جو کہ پنچشی کے آخری پانچ ادھیائے میں نروپن ہوا ہے۔ پہلا پر کرن یوگانند ہے۔

(2) آئندہ (3) ادویت آئندہ (4) ویانند اور پانچوں وشیانند ہے۔ یہ پانچوں ہی واسٹو میں برہمانند سے الگ نہیں ہیں۔

(1) یوگانند۔ من کی ایک گہریتی میں پرتی بنست ہوا ہے۔ آئندہ یوگ ابھیاں۔ کے دوارا یوگی کو جب ملتا ہے۔ تو اس کا نام یوگانند ہوتا ہے۔ یہاں سفار کا کوئی سفکار نہیں ہوتا۔ من کو پریم پتر یعنی شدھ کر کے شانت استھیتی

میں برہم سروپ اپنے آپکا ایک گرتا دوارا ملا ہوا پریم سکھ ہے۔ یہاں سماجی من کو مائی انتریکھ کرنے سے ہوتی ہے۔ اور یوگ کے بل کے کم بیش ہونے سے اور حقوڑی دیر رہنے سے وہی ستیہ برہم سروپ سکھ یوگانند کہا جاتا ہے۔ اس میں بہت

دھیر نہ اور داسٹا رھت ابھیاں سے پرہتی ہوتی ہے۔ لوہار میں اترنے پر اس سکھ کی سمرتی بنی رہتی ہے۔ ساکشات کار کیوں سماجی کال میں ہوتا ہے۔

(۲) آتما نند۔ اس میں انا تمارا دیہہ آدی اور باہری سمندھیوں اور پیارھتوں سے اپنے دستوں سروپ کا دوایک کر کے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اپنے آتم سروپ کے شکھ منت ہی سب پیارے ہیں ورنہ وہ دستوں شکھ روپ نہیں ہیں۔ کیوں ایک آتما ہی شکھ سروپ ہے۔ اس دوایک کے بل سے آتم سروپ میں استھت صوبھی یوگا نند کے اھبیس کی طرح برہما نند کا ہی آتم سروپ سے سما دھی کال میں بانو بھو کرنا ہے۔ اس میں دوایک پر دھان ہے اور پہلے میں منورودھ روپ سما دھی۔ دونوں میں اھبیک کے بھید سے بھید ہے، دستوں میں بھید نہیں۔ آتما نند کال میں جگت کا ساتھی ستونہ ماننے سے اس سے لکھی دیکھی نہیں ہوتا۔

(۳) ادویت آتما نند۔ سروپ دیہہ آدی جگت کو متھیا مایا مایا تریمان کر اس کے ادھشتان روپ اپنے برہم سروپ کو سروپ میں ایک پورن روپ سے اوبھو کرنا اور نام روپ کے متھیا بھید میں ست بھدی مذکر کے سدا ادویت شدہ تو آتم سروپ میں استھت رہنا۔ اسی اوتھیا میں جو آتما اوبھو ہوتا ہے وہ برہم سروپ آتما نند ہی میں ہوں۔ اس آتما نند کا نام ادویت آتما نند ہے۔

(۴) پہلے یوگا نند میں منورودھ۔ آتما آتما نند میں اپنے سروپ کا چھارھ دوایک اور ادویت آتما نند میں ویت کا متھیا تو رن کر کے اب ویتا نند کا نورن کرتے ہیں۔ ویتا نند کو چارھتوں میں بانٹا گیا ہے۔ مکھ کا اھباو۔ سروپ کا متاؤں کی پورتی کرت کرتیا اور پاپت ہونے کی پر اپتی۔

لوک پروک 'دھوں کا بھوگتا جیو اور اس کا بھوگ نام روپ دیہہ آدی سا مگری بھی متھیا ہیں۔ آتما اوبھوگتا ہے۔ اور بھوگت روپ جگت ستا شونہ ہے۔ ایسا دوایک ہونے پر یعنی بھوگتا بھوگت بھاو مٹ جانے پر اپنے شدہ سروپ کا دستوں بھوگتا ہی روپا ہے اس سے ملنے والا سروپ آتما نند ہی ویتا نند ہے۔

برہما کار ورتی میں برتی بند روپ آتما نند کا دستوں سروپ آتما نند ہی ہے۔ لکشنا سے ورتی کا بارھ اور کیوں آتما نند اپنا دستوں سروپ بچے کیا جاتا ہے گورو دوارا شرون کئے گئے ہوا دیکھتے تو اسی کو منن ندھیا سن دوارا پر پاک کر کے تت قوم کے کش ارھ کے اھبیک کا اوبھو اسی برہما کار ورتی دوارا ہی ہونا ہے۔ جگیا سو کو ہی ویتا نند دوارا آتما نند اھتوا ادویت آتما نند کی پر اپتی سمجھو ہے۔ پامریا ویشی کو نہیں ہوسکتی۔

(۵) ویشیا نند :- یہ ویشیہ دھارا پر گٹ ہوئے والا آتما دستوں میں برہما نند کا ہی انش روپ ہے۔ کیوں ایک گرتا کا منت ہی ہے۔ اس میں آتما کرن کی اپا ہی بھن ہونے سے اور انیک کے علاوہ اسکی چنچلتا ایک گرتا کا بھید ہونے سے ہر کسی کو اگ اگ اور کم و بیش معلوم ہوتا ہے۔ جیسے جل کے پاترا نیک اور جل بھی کہیں گدلا اور کہیں صاف ہونے سے سورج انیک اور اس کا پرکاش بھی منہ مدھیم آتما بھاو والا بھان ہوتا ہے۔ ورتی رجوگنی یا نونوگنی ہونے سے گھور اور موڑھ کہی جاتی ہے اور دستوں کو ہوتے سے شانت کہی جاتی ہے۔

ان میں آئندہ ایک جیسا بھان نہیں ہو سکتا یہی آئندہ استوہل ایک ہی ہے۔ اگنی کی گرمی تو ہمیں میں پرتیت ہو جاتی ہے۔ مگر پرکاش نہیں پرتیت ہوتا۔ لکڑی میں اسی اگنی کا پرکاش آتش اور گرمی بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شانت برقی میں آئندہ کے سکھ اور جیتن آتش کا بھی بھان ہو جاتا ہے۔ حقیقتی زیادہ ستھر اور شانت ہوگی آئندہ زیادہ آئندہ کا بھان ہوگا۔

جب گھر زمین یا سنبدھی آبی کی اچھا ہوتی ہے تب درتی گھیر لگی جاتی ہے۔ اس میں آئندہ کا بھان تھوڑا سا ان کی پراپتی پر ہوتا ہے اور پراپتی نہ ہونے پر ڈکھ ہوتا ہے اور رد کا وٹ کرنے والے پر کڑوہ بھی ہوتا ہے اسی سے دولیش ہو جاتا ہے اور پدارتھ کے ملنے پر راگ ہوتا ہے۔ دو ایک اور ویراگیہ شانت درتیاں ہیں اس لئے ان کے ذرا اسکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ اس لئے جگیا سو کو شش کر کے گھر اور موڑھ درتیموں کی بجائے شانت کا پرواہ چلا دے اور سکھ پراپت کرے ورنہ راگ دولیش سے جہان دکھی ہوگا۔ اصل میں بنپ روپ آئندہ کا برتی بنب اس شانت برتی ذرا پراگٹ ہوتا ہے اور دوسری برتیوں میں بھان ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ڈکھ کا بھان ہوتا ہے۔ یہ بھیدا پاڈھی شانت گھیر اور موڑھ برتیوں کے کالان ہے آئندہ تو ایک سامان ہے۔ اسی کے لئے من کا بروزہ اور واسا کا کھشے ہونے پر ہی تو گیان درڑھ ہو کر براتندہ پراپتی کا ہیتو بنتا ہے۔ فقط۔ شاشوت آئندہ تیرھ۔

نوٹ :- آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر 13/10/79 مقرر ہے اور منی آرڈر پر 14/10/79 کے لئے ہے۔ اس لئے ہم ہر اوم کے خریدار کی سیوا میں نویدن کرینگے کہ وہ اس 13/10/79 کے زائد خرچ سے بچنے کے لئے مبلغ 13/10/79 بذریعہ منی آرڈر فرمیں۔ بھجوا دیں۔ منی آرڈر کسی ذاتی نام پر ارسال نہ کریں۔ بلکہ صرف رسالہ اوم اجیری گیٹ دہلی روڈ کے پتہ پر ارسال کریں۔ منی آرڈر کو پرنسپل خریداری نمبر اور پراپتہ خوشخط حروف میں لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں :- کہ میں پُرانا خریدار ہوں اور اگر نئے خریداریں تو یہ ضرور لکھئے کہ "میں نیا خریدار ہوں" چندہ 30 نومبر 1979ء تک بھیجنے کی کرنا کریں۔ تاکہ سالانہ اپنا سنا انک کے ڈسبیج کی تاریخ سے پیشتر ہیں میں سکے۔

منوتہ کا پرچہ

جن اصحاب کی خدمت میں رسالہ اوم کا پرچہ بطور منوتہ فری ارسال کیا جاتا ہے ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اسکی منظوری یا نا منظوری سے ہمیں مطلع کریں کیونکہ جہاں ہم نے 1-10 روپیہ کی قیمت کا پرچہ انکو دھم پر ہی خیال کرتے ہوئے اُنکی ہی فرمائش پر مفت بھیجنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا وہاں ایسے اصحاب کو 10 روپیہ کا کارڈ بھیجنے میں سکتوج نہیں کرنا چاہئے۔

ہینجر

قسط نمبر ۱۲

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی ؟ (پانچواں پہلو)

وید مقدس
اوقافم مہاتما شوبرت لال جی
ورین

اب تک ہم نے سوال کے چار پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ اب پانچواں پہلو نظر کے سامنے ہے اور وہ عقیدہ ضروری اور اہم ہے کہ ہر طبقہ کے ہندو خواہ وہ عقائد قومیت اور خصوصیت کے لحاظ سے کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر غور فرمائیں۔

یہ پہلو ویدوں سے مخصوص ہے۔

وید کا کہ ہم بطور خود کلام الہی مانتے ہیں۔ یہ ہماری اپنی ذاتی رائے ہے۔ کہ وید الہام ہیں۔ وید الیشور واک ہیں۔ اور ہر طرح سے قابل تعظیم ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ہمارے ساتھ اختلاف ہے تو ہم برا نہیں مانتے۔ مذہبی آزادی ہماری قومی زندگی کی سب سے اعلیٰ سب سے زبردست سب سے مقدم اور سب سے زیادہ نظر آتے والی خصوصیت ہے۔ پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا کہ ہم آج ایک نرالی بات سنارہے ہیں۔ ہندو اور مذہبی آزادی؟ یہ اجتماع ضدین ہے۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ہندو مذہبی آزادی کی ڈینگ مار سکے۔ اور شاگرد ہندوؤں کی تاریخ میں اس قسم کی آزادی کا وقت بھی کبھی نہ آیا ہوگا۔ ممکن ہے ایسے خیالات ہمارے پڑھنے والوں کے ذہن میں آویں۔ اور ایسے خیالات کا پیدا ہونا تعجب بھی نہیں ہے۔ مگر یہ سب غلط ہیں۔ دنیا کی سطح پر مذہبی خیالات میں ہندوؤں سے زیادہ کوئی قوم اتنی آزاد نہیں ہے۔ ایک گھر میں شیدائے شاکت۔ ویشنو۔ سب رہتے ہیں۔ اپنے اپنے ایشٹ اور عقیدہ کے بموجب پوجا پاٹھ ہوتی ہے۔ کوئی کسی سے باز پرس نہیں کرتا سب خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ کسی کو کسی سے اعتراض ہے نہ کسی کو کسی سے جھگڑا ہے۔ ایک شو کے مندر میں جاتا ہے۔ دوسرا ٹھاکر دوارے میں تیسرے کالی یا درگا کو ایشٹ سمجھتا ہے۔ ایک ہی گھر میں مختلف عقائد کے آدمی موجود ہیں۔ مگر کیا ان میں سے کسی میں کبھی جھگڑا ہوتے سنا گیا ہے؟ غالباً کبھی نہیں۔ ہندو ہمیشہ سے جانتے ہیں کہ جب تک انسان کے تابع اختلافات ہیں تب تک سب کے مذہبی کاروباری معراج میں یکسانیت نہیں آسکتی۔ جس طرح ایک ہی ماں باپ کے مختلف لڑکوں میں سے کوئی وکیل ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہے۔ کوئی ایڈیٹر ہے۔ کوئی مصور ہے۔ کوئی منصف ہے۔ ویسے ہی دہلی میلان و دہلی جذبات کی وجہ سے مذہبی معراج میں اختلافات ہونگے۔ آج تک یہ بات ہماری سمجھ میں آئی کہ مختلف طبیعتیں رکھ کر کیسے تمام انسان ایک ہی طریق پر تش کی پیروی کر سکتے ہیں۔ جس میں متوکن کی زیادتی ہے۔ اس کا معبود متوکنی ہوگا۔ اس کے لئے متوکنی ایشٹ دیتا کا ہونا لازمی ہے۔ ایک شخص میں جو گن کی زیادتی ہے۔ اس کا معبود جو گن ہوگا۔ اس کے لئے جو گن ایشٹ کا ہونا لازمی ہے۔ تیسرے شخص میں متوکن

زیادہ ہے۔ اُس کا معبود ستون کئی ہوگا۔ اس کے لئے ستون گئی اشد کا ہونا لازمی ہے۔ جس کا جیسا خیال جیسے جذبات اور جیسی طبیعت ہو۔ اُس کا مذہب بھی ویسا ہی ہوگا۔ ہزار کشتیوں کی جہازیں۔ ایک طریق پر منتش کے جہاز کر کے اور اس کے عام بنائے میں ہمیشہ ناکامیابی ہوگی۔ ہر شخص کا معبود دراصل اُس کے خواہشات، محسوسات اور جذبات کی خیالی معراج ہو کر رہتا ہے۔ ہندو اس بات کو جانتے تھے۔ اور اُس کے جاننے کی وجہ سے انہوں نے کبھی بھول کر بھی اپنے ہم خاندان ہمسایہ اور ہم وطنوں کے مذہبی معاملات میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ یہ خصوصیت آپ کو صرف ہندوؤں میں ملے گی۔ اور کسی جگہ کسی قوم میں نظر نہ پڑے گی شیعہ و سنی مسلمان ایک گھر میں بھی طرح نہیں رہ سکتے۔ مگر ہم رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں۔ روکن بیکوٹاک اور پروٹسٹنٹ عیسائی ہمسایہ ممکن نہیں ہے کہ کبھی نہ کبھی ایسی دنگا فساد کرنے سے رک سکیں مگر ہم باوجود مذہبی اختلافات کے شیر و شکر بن کر رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں شوہر و شیوہ ہے۔ یہی شیلوی ہے دونوں اپنے کرم و دھرم کو اپنے اپنے ڈھنگ پر کرتے ہیں۔ کیسے محبت اور یکدلی کے ساتھ زندگی بسر ہوتی ہے۔ پارسی شاعروں کو صرف فاختہ کے جڑوں کے درمیان اصلی محبت نظر آتی ہے۔

کاش! اگر ان لوگوں نے ہندو جڑ سے کوڑکھا ہوتا کر ایسا کبھی نہیں کہتے۔ ہندوؤں میں جو شوہر و بیوی کی محبت نظر آتی ہے۔ وہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی محبت کا نظارہ ہے۔ ایک فارسی شاعر جس نے اس لطیف مقدس منظر کو ایک دفعہ دیکھا تھا۔ حیرت و استعجاب کے لہجے میں اس طرح کہہ رہا ہے۔

ہمچو ہم روزن کسے در عاشقی مردانہ نیست

سوختن بر شمع محفل کا ہر پروانہ نیست!

شیعہ بیوی کی سنی مسلمان کے گھر جوڑ گنت ہوتی ہے۔ وہ سب جانتے ہو گئے۔ عیسائی کی فقو لکاب مرد پروٹسٹنٹ عورت سے شادی کر کے جو مزہ چکھتا ہے وہ اُسی کو معلوم ہوتا ہے۔ ایشور اسکی حالت کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے مگر ہمارے یہاں یہ جذبات نام کو بھی نہیں ہیں۔ ہماری بیویاں سچی دیویاں ہیں۔ یہ ہماری مذہبی آزادی کی بدیہی و صریحی مثال ہے۔ ہندو مذہبی نقطہ نگاہ سے دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ آزاد ہیں۔ ہندو جس بات کی پابندی پر جان دیتے ہیں۔ وہ دراصل سوشل پابندی ہے۔ مذہبی عقائد کی زنجیر کو توڑ دو۔ وہ پرواہ نہ کریں گے۔ لیکن سوشل قانون کی انحراف ورزی کے لئے ہماری قوم میں اپیل کرنے کی کہیں بھی جگہ نہیں ہے۔ اس قسم کی عداوت ہم نے کبھی نہیں بنائی۔ نہ بدلتے ہیں۔ نہ بناوین گئے۔ اگر کوئی شخص سوشل پابندی کو توڑتا ہے۔ اُس کو ہماری سوسائٹی میں رہنے۔ ہمارے سوشل مفاو سے مستفید ہونے اور ہم میں ملنے جھلنے کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔

کھانے پینے میں اٹھنے بیٹھنے میں شادی۔ وواہ کے رسم و رواج میں تم سوسائٹی کے شرائط کی پابندی نہیں کرتے ہو۔ تو دُور مدفع ہو جاؤ۔ تم ہندو رہنے کے قابل نہیں ہو۔ پتہ بت ہو۔ گمراہ ہو۔ مُرتد ہو۔ اور جس طرح کوئے اپنے مُرتد بھنسن کو چوچیں مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ ویسے ہی ہمارے یہاں اُس شخص کی سوشل موت ہو جاتی تھی۔ جو سوسائٹی کے متاعہ کی تعظیم نہیں کرتا تھا۔ ہم سوسائٹی کے غلام ہیں۔ اور اس غلامی پر ہم کو فخر تھا۔

دُنیا کی اُردو قیں سوسائٹی کی اتنی غلام نہیں ہیں۔ وہ مذہب کی غلام ہیں۔ ہم برہمنیت ہندو سوسائٹی کے غلام ہیں۔ اور اس کے اقتدار کرنے میں ہم کو ذرا بھی شرم و حجاب نہیں ہے۔ دیکھو غلام دونوں ہیں۔ مگر ان میں بہتر کون ہے؟ جواب ملیگا۔ ہندو۔ اور یہ کیوں؟ سبب یہ ہے کہ اُن تک کسی نے کب ایشور کو دیکھا ہے۔ جس کا جیسا خیال ہو اس خیال کے موافق۔ جس کا جیسا رجحان ہو اس رجحان کے موافق ایشور کی پرستش کرے مگر سوسائٹی کو سبب دیکھتے ہیں۔ اُن کو بھی موقع و اجازت نہ ملنی چاہئے کہ سوسائٹی کے خلاف کارروائی کر سکیں۔

اس سوسائٹی کا قانون باضابطہ جسکی تعظیم کے لئے ہندو مجبور ہے۔ وید مقدس لہلاتا ہے۔ ہم نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ہم ویدوں کو کلام الہی مانتے ہیں۔ اور اسی حیثیت سے اُس کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کو ویدوں کی اس حیثیت کے ماننے میں اعتراض ہے۔ تو ہم اُس وقت تک درگزر کرنے کے لئے تیار ہیں جب تک وہ ویدوں کو مجموعہ ضابطہ سوسائٹی سمجھ کر بھی اُس کے ساتھ تعظیم سے پیش آتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ وہ غلطی پر ہے مگر اس کی غلطی ایک حد تک قابل معافی ہے اگر وہ وید کو ایشور کا کلام نہیں مانتا صرف قابل تعظیم رشیوں کا ہی کلام مانتا ہے۔ چن کا ابتدا میں ظہور ہوا تھا۔ اور اسی حیثیت سے اُن کی عزت کرتا ہے۔ تب بھی ہم کبھی اُس سے باز پرس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا اور اُس کا اختلاف جزوی ہے۔ اگر وہ ویدوں کو روحانی کتاب ہونے کی حیثیت نہیں دیتا ہے تو نہ دے۔ مانتا تو کرتا ہے کہ وہ اُن کو سوشل قواعد کا مجموعہ۔ کرم دھرم کا ماخذ۔ ہندو اُمین کا خزن تو سمجھتا ہے۔ اگر یہاں تک بھی اُس کو ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ تب بھی ہم اُس کو کبھی ہندو سوسائٹی کے برکات اور مفاد سے محروم کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگے ہماری قوم کچھ عجیب طرح کی قوم ہے جو لوگ ایشور سے مُنکر ہیں وہ اُن کو بھی ناسنک نہیں کہیں گے کیونکہ مذہبی خیالات کی رُوح سے ایشور کی سمجھ میں اختلافات ضرور ہوا کریں گے۔ اور کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہی یہاں ایک شخص اسکو نیستی نیستی کہتا ہے۔ دوسرا اپنی اپنی کہتا ہے۔ ایک کے خیال میں وہ جیتن شخص ہے۔ دوسرا اسی میں مادہ کا شمول

بھی سمجھنا ہے۔ اور اس پر بھی سب ایک زبان سے کہتے ہیں۔ وہ اپرم پار ہے۔ من اندریوں سے پرے ہے۔ بدھی اُس تک نہیں جاتی۔ دینداری اور کفر میں دراصل بہت ہی فرق ہے۔ اس وجہ سے کسی کو کبھی منصب ہے کہ وہ اپنے آپ کو سچا اور دوسروں کو بھڑٹا سمجھے۔

درمیان کفر و دین فرق است بس یک نقطہ را
خواب یک خواب است اما مختلف تعبیر ما

ہندو مذہب پرست تک کو بے دین نہیں کہتے۔ مگر ہاں وہ اس کو ناشک کہتے ہیں۔ جو ویدوں کو نہیں مانتا۔ منوجی نے اپنے دھرم شاستر میں نہایت واضح پیرایہ میں لکھا ہے۔

جو وید کو نہیں مانتا وہ ناشک ہے۔ اوسکو سوسائٹی میں جگہ نہ دینی چاہئے۔

ہمارے یہاں ویدوں کے منکر ہی ناشک ہیں۔ ورنہ جو شخص ویدوں پر ذرا بھی شروہار کھتا ہے اُسکو بھی ناشک نہیں کہا گیا۔ دیکھو منوجی کا قول کس قدر واضح ہے۔

नास्तिको वेद निन्दका

یعنی وہ شخص ناشک ہے۔ جو ویدوں کی مذمت کرتا ہے۔ اسی شلوک کے باقی حصہ میں حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی وید کی رند یا کرے۔ اُسکو پناہ اور دلش سے نکال دینا چاہئے۔ (باقی پھر)

فون نمبر 566714

یاد رکھیے پرکاش جیولرز یاد رکھیے

نئے نئے خوبصورت ڈیزائنوں میں زیورات آرڈر تیار کروانے کے لئے اور راشی کے سچے نگ خریدنے یعنی پتا۔ مونگا۔ نیلم۔ پکھراج وغیرہ کیلئے

ہمیشہ پرکاش جیولرز 10 بیڈن پورہ اہل خاں روڈ
قرولبارغ نئی دہلی بریدھارس

بھارت

کا

چترتر

بھگوان رام کے
جیون کی ایک
پوتر بھارتی

کوی لوکنا تھ دل

دہلی

رام سے راون جب ٹھکرایا
سو یا ہوا جس گایا ام کر
کوئی ایسی بات بتاؤ
ایسا کرو کوئی اچھا
اُر کی جلتی آگ بچھاؤں
بکھین ہو بنیاسی کی شکتی
لپتے لپتے ہی انگڑانی
کھنکھرن بولے سن بھانی

جیت نہیں پائے ندی بل سے
جاگرت کرو سرکھنسی مایا
مایا کا اب سواناک رجاؤ
سمجھ اس کے جب جاؤ گے
بیچ میں بول اٹھے لکھنیشور
آپ بتانے لگے ہیں جیسا
جیون ہی ایسا ویش بنایا
بھید جھپے کچھ سمجھ نہ آیا
کام نکالو کیٹ سے پھل سے
ہر لو مایا پتی کی مایا
مایا کا ہی رام بن جاؤ
پرم سپھلتا تب پاؤ گے
پارا ہوں یہ رچنا رچ کر
ایک دوس میں بنا تھا ایسا
ایسا اک جاؤ سا چھایا
اپنے آپ ہی میں لجا یا
سنو وہاں جو بیتی مجھ پر
کیوں مندو دری کو رچ کر

لنکا نگر کی اک اک ناری
ہونے لگی تھی درشتی کو چر
اُس بنیاسی کے سروپ کا
اور کوئی میکتی بتلاؤ
کھنکھرن بولے سن بھانی
اُس کے ساتھ رکھو مت ان بن
ایسا سرس چتر ہے جس کا
اُس کے لئے سب تیاگو
جرطنا کی ہڈی سے جتاگو

بیٹی بہن اور تہتاری
بڑا کھتا یہ پرکھاؤ تینوں پر
بھاگے ہوئے اودھ کے بھوپ کا
ڈولتی ناؤ پار لگاؤ
جس کے روپ کی یہ پڑھو ناں
کرو نہ اب مریہ کا سمیرن
ایسا نام پو تر ہے جس کا

منشِ حرم

(از قلم شری کرپال سنگھ جی ایم اے)

سماجک طور پر اور بڑے پیمانے پر اس "اخلاقی اندھا پن" اور روحانی بیماری سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر ملک کی سرکار روحانی تعلیم کو سکولوں و کالجوں کی تعلیم کا ضروری انگ بنائے اور اسے تعلیمی نصاب (سیلیبس) میں نمایاں جگہ دے۔ امتحانات کے نقطہ نظر سے یہ ایک لازمی مضمون تصور کیا جاوے۔ یہ تعلیم غیر فرقہ دارانہ اور انسانیت کی بنا پر ہو۔ اخلاقی تعلیم بھی اس تعلیم کا ایک حصہ ہو۔

اگر انسانی سماج نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا تو اس کا نتیجہ انسانیت کو لازمی طور پر سنسار دیباہی تباہی کی شکل میں جھگتنا پڑے گا۔ اس تباہی سے سنسار کا کوئی دلش بھی نجات نہیں سکے گا۔ اس تباہی کے جراثیم اس وقت بھی سنسار میں چھپکے چھپکے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اگر ان کا تدارک نہ کیا گیا تو کسی وقت بھی بھیا نک تباہی روپی بیماری کی شکل میں ان کے پھیٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

جب تک انسانی نسل ادھیاتک قدروں کو نہیں اپنائی اسکی بے چینی، دکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چاہے یہ سائنس میں آج سے ہزار گنا بھی ترقی کر جائے۔ دہلی اور دماغی وکاس کا تناسب "ایک اٹل نیم" ہے جسکی طرف سے لاپرواہی انسان کو پھر سے حیوانوں کی سطح پر لا کھڑا کرے گی۔

مبارک ہے اُن لوگوں کا جینا جنہوں نے روحانی زندگی میں قدم رکھ کر اُتم گمان کو اپنا لکش بنا لیا ہے اس مارگ پر چاہے وہ کتنے بھی آہستہ اور گیتے پڑتے چل رہے ہیں پھر بھی وہ اُن لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جنہوں نے زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور مزے لینا ہی سمجھا ہوا ہے۔ وہ لوگ انسانی چولے کی زینت ہیں اور اُنکے دم سے ہی انسانیت آج بھی زندہ ہے۔ وہ ایک طرح سے دھرتی کو تھامے ہوئے ہیں۔

اس انسانی جسم کی وقعت کچھ بھی نہیں لیکن ہے بھی بہت کچھ۔ جہاں ساقول پہلو ہیں یہ لوگوں کا گھر ہے۔ یہ بات سارے دھرم یک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ اس جسم کے ان دونوں پہلوؤں کا ذکر گورونانک صاحب اپنی پوترانی میں کرتے ہوئے ہمیں لکش سے باخبر کرتے ہیں: آپ فرماتے ہیں:-

بھانڈا دھو وے کو لیا جو کچا سا جیا
دھاتو پنج فلائے۔ کوڑا پا جیا۔

بھانڈا آنگ راس جاتس بھاوسی

پریم جوت جاگلے۔ واجا واسی

”اس شریروپی کچے برتن کو کون دھو کر صاف کر سکتا ہے۔ ارتھات کچے برتن کو دھونے سے اس پر سے مٹی کا اترنا اسی طرح جاری رہتا ہے۔ اس طرح جسم کو چاہے کتنا ہی پانی و عسبن وغیرہ سے دھوئیں یہ ہر وقت ناپاک ہے۔ کیونکہ اس میں گندگی بھری رہتی ہے (یہ پانچ تلوں سے بنا ہوا ہے۔ جو کہ فت ہونے والے ہیں۔ اس لئے یہ شریرو ایک طرح سے جھوٹا دکھاوا اور بناوٹ ہے۔) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بالکل نکمہ ہے (یہ شریرو انسان کے لئے تب ہی مبارک ہے تبھی اسے راس آتا ہے اگر یہ خود کو پر ماتما کی رضا میں رکھتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ اس میں پر ماتما روپی پریم جوت کا پرکاش ہو جاتا ہے اور دھنا تک شبد (یا انجشبد) پرگٹ ہو جاتا ہے۔“

گورو نانک صاحب نے آخری سطر میں منشیہ جنم کا کش صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ وہ ہے پرکاش اور شبد کو پرگٹ کر کے اپنی ذات میں سمیٹ کر دیکھنا۔ گورو ارجن صاحب اسی کو کہتے ہیں۔

ہجر گھر بنیسو ہر جن پیارے

”اے ہری کے پیارے جن اپنے آتما روپی گھر میں۔ اپنی ذات میں سمیٹ کر دیکھ جا، تب من کی باگ (دوڑ) جو تمام بے چینی کا کارن ہے ختم ہو جائے گی اور انسان اس پریم شانتی کو پراپت کرے گا جو بیان سے باہر ہے۔ جب تک انسان امن (ارتھات من رہت = امن) نہیں ہوتا اسے امن (شانتی) نہیں مل سکتا۔ جب تک شخصی روپ میں امن نہیں ملتا سنسارک روپ میں امن ملنا مشکل ہے۔ سومن کی چالوں سے بچنا یا امن (من رہت) ہونا ہی اصل میں امن کی گارنٹی ہے۔ واستویں روحانیت کا راستہ بتدریج۔ نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا راستہ ہے۔ وہ کیسے؟ اسے سمجھنے کے لئے شاستروں کے مندرجہ ذیل کھن کو دیکھنے کی ضرورت ہے جس میں زبردست کامنا کی گئی ہے کہ:-

दुर्जनः सज्जनो भूयात् सज्जनः शान्तिमाप्नुयात्

शान्तो मन्चेत बन्धो मयो, मुक्तश्चान्यान विमोचयेत्

”اے پر ماتما برے لوگ! اچھے بن جاؤ۔ اچھے لوگوں کو شانتی مل جاوے۔ شانت پرش بندھنوں سے آزاد ہو جاؤ۔ اور بندھنوں سے آزاد ہوئے پرش دوسروں کو آزاد کر دیں۔“

برے سے اچھا کیسے بننا ہے۔ اپنے اندر سے براؤں کو منفی کر کے پھر پر ماتما کے نام کو ہر دیہ میں جمع کرنا ہے اس سے شانتی ملے گی۔ پھر روحانی شغل (ابھياس) سے اپنی روحانی شکتی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا ہے۔“

یہ ضرب کا عمل ہے۔ اس سے بندھن کٹ جاویں گے۔ جب اپنے بندھن کٹ جاتے ہیں۔ تب ہی انسان دوسروں کے بندھن کاٹنے کے یوگیہ ہوتا ہے۔ جو خود بندھا ہوا ہے دوسروں کو آزاد نہیں کرا سکتا۔ تب ایسا مُکت پُرش روحانی بھنڈار دوسروں میں تقسیم کرے گا تاکہ اُن کا بھی بھلا ہو۔۔۔

آپ مُکت۔ مُکت کرے سنسار
ناناک جس جن کو سدا نسکار
(سلکھنی صاحب)
یہ ہے نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا عمل جو کہ ادھیا تک مارگ پر چلنے والے انسان کی زندگی میں ہونا رہتا ہے۔

سوامی وولیکا مندرجی نے بہت تھوڑے شبدوں میں انسانی زندگی اور تمام مذہبوں کا سار مندرجہ ذیل کھن میں بیان کر کے کوزے میں سمندر بند کر دیا ہے۔

The ultimate goal of all mankind, the end of all religions is but one - reunion with God or what amounts to the same, with the divinity which is every man's true nature

'Sachna'

”ساری منشیہ جاتی کا۔ سب دھرموں کا اہم نشانہ صرف ایک ہی ہے۔ واپس پرماتما میں جا کر ملنا۔ دوسکر شبدوں میں سب کا ارکھ ہے۔ اُس روحانیت کے ساتھ ملنا جو کہ ہر ایک انسان کی اصلی ذات ہے۔“

اپنی ذات کے ساتھ ملاپ یا پرماتما کے ساتھ ملاپ ایک ہی راستہ کو کہنے کے دو الگ ڈھنگ ہیں۔ گوریانی یہ کہتی ہے کہ اتم رس لینے والا باسانی پرماتم رس کا آئند لے لیتا ہے۔

اتم رس جن جاٹیا۔ ہر رس سبجے مان

ناناک دھن دھن دھن جن۔ آئے تے پروان۔“

جس نے اپنی ذات (اتم) کو جان لیا اُس نے آسانی سے پرماتما کے ملاپ کا آئند لے لیا۔ ایسے پُرش دھنیہ ہیں اور سنسار میں انہیں کا آنا پھل ہے۔۔۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے لکش کو نظروں کے سامنے رکھتے ہوئے عمل زندگی اپنا کر اس رستہ پر گامزن ہو جاویں۔ تاکہ حیوانوں کے دائرہ سے نکل کر انسانوں میں اپنا شمار کر سکیں اور منشیہ جنم کے مقصد کو پورا کر سکیں۔
(اوم شرم)

چہل درویش

(از قلم منشی سورج نرائن جی تھرا)

چوتھے سادھو کی کہانی۔

گزشتہ سے پیوستہ

بچارے دنیا کی بے تباہی

تو اب زندگی کا لہجہ

سکھتے کا سا عالم ہوا دل پر مے طاری
میں پیر کے پاؤں میں پڑا بخشے لدا
کرتی نہ تھی جو بینے وہ کی منت بے سود
ہنستا رہا من منکے وہ اور اسکی عوض میں
یہ من کے کہ میعاد ہوئی ختم ہماری
حضرت کو جزا تم کی دے حضرت باری
کرتی تھی جو میں نے وہ کی گریز زاری
بہوش ہوا میں وہ دوا جھگو سنگھائی

ہوش آیا تو دیکھا کہ ہے اک کلیہ احرار
یہ یاس فقط میری نگاہوں میں ہے ورنہ
باہر میں مبارک و سلامت کی صدائیں
اس گھر میں اک شاد ہے گریاں ہل فقط میں
اُس کے در و دیوار سے ہے یاس نمایاں
شادی سی ہے اس گھر میں اک شخص بے شاداں
کچھ بیبیاں اندر بدل شاد ہیں خنداں
سنتا نہیں پر کوئی مری ہائے دہائی

بیکس ہو نہیں اور ساتھ ہی بے بسوں نہایت
رو دیتا ہوں زلیں ہرا چلتا نہیں کچھ بس
ہے باعث تکلیف ہر اک شے کا مجھے بس
حاجات جتانے کا ہے اک ہرا رونا
کروٹ بھی بدلنے کی نہیں جسم میں طاقت
بھٹکے کی اور پیاس کی ہوتی ہے اذیت
پر کہ نہیں سکتا دل بیتاب کی حالت
سونے سے اگر میں نے فرصت کبھی پائی

ابعد تلک شے کے نہیں علم سے بہرہ
حرکات ہیں اعضا کی بہت غیر معین
ہے بعد بعیدی بھی قریبی مہرے نزدیک
چھپنے لئے پھرتے ہیں مجھے گویں بچے
آنکھ نہیں مہری محض تصاویر میں اشیا
پڑتا ہے کہیں ہاتھ کہیں قصد ہے اپنا
میں چاند کے لینے کو زمیں سے ہوں لپکتا
کہتے ہیں انہیں سب بہن ہے یہ بے بھائی

چند سے رہا میں اس طرح گودوں کا بھلونا
دانتوں کی اور آنکھوں کی تکالیف تھیں اکثر
چوٹیں بھی لگا کرتی تھیں چلنے میں بہت سی
کھانکی شبہ روز پڑی رہتی تھی مجھ کو
یا بستر راحت تھا پنگورے کا بچھونا
خمرے کا کبھی تھا کبھی چپک کا تھا رونا
تھا کارا اہم صبح کو منہ ہاتھ کا دھونا
اور کھانے میں مطلوب تھی مرغوب مٹھائی

معصوم تھا اس عالم طفلی میں مراد دل
بلیا تا تھا اچھا سا بھلونا جو کسی نہ
مٹتے تھے بہت جاؤ سے باتیں میری ماں باپ
شک کا دل صافی میں کہیں نہ نکلتا تھا
جس بات یہ میں جانتا تھا ہوتا تھا مائل
ہوتی تھی خوشی وہ کہ نہ ہوا شاہ کو حاصل
گو بات کا کرنا تھا میرے واسطے مشکل
جو بات کسی نے کہی باور مجھے آئی

اس ناز و نعم میں ہوئے جب ختم کئی سال
لڑکا تھا جماعت کا ہر اک بچہ و شیطان
چران بہت تھا کہ کہاں کہیں نہ پھنسا میں
پڑھتا رہا میں گریہ نہ لگتا تھا میرا دل
میں مدرسے جانے لگا تھا گریہ برا حال
اُستاد کا تھا جو رہی جان کو جنجال
بھاگا بھی کئی بار یہ پیو دھتی یہ چال
ابھی تھی مجھے روز پہاڑوں کی چڑھائی

آخر کو یہ منزل بھی ہوئی طے بعد ازار
تھا شوق مجھے اور وہ سب بچے رہ گئے
کرتا ہوا اس طرح بتدریج ترقی
انعام کے بلنے کی خوشی مجھ کو بہت تھی
اُستاد جماعت میں سمجھنے لگا ہشتیار
اس واسطے محنت سے تھا ہر وقت سرکار
میں علم کے نینے پر چڑھا کام تھا دشوار
جب ممکن آتا تھا سننے تاکہ پڑھائی

اس طرح جو اعلیٰ تھی جماعت وہاں پہنچا
دی علم کی تفصیل نے دل کو مرے دوست
پیدا کئے کچھ یار بنائے کئی دشمن
اس روز مجھے شاہی اقلیم ملی تھی
انعام کبھی اور وظائف کبھی لیتا
ورزش نے کسے نہایت تو انامے اعضا
تعلیم جماعت کا زلیں خاصہ یوں تھا
جس روز کہ میں نے سند داخلہ پائی

بھول

(از: حکیم رحیلہ اس مفضل)

منتش جہم ملا تو تھا اس لئے کہ انسان اس میں اتنی کمائی کرے کہ وہ بارہ اس کو مریہ لوک میں نہ اپنا پٹے مگر مایا کے چکر میں ایسا بڑی طرح پھنسا کہ اپنا اصلی مقصد بھول کر جہم جہنم تک بھٹکنے کا سامان کرنے لگا۔
 بقول کہ سہ آئے تھے ہری ملن کو اوٹن لکے کیاس

ارتھات۔ اس مریہ لوک میں ہم اس لئے آئے تھے کہ ہماری جیونہ تھا جو پریم آتما سے جدا ہو چکی ہے اسے پھر سے پریم آتما میں ملا دیں۔ مگر یہاں آکر مایا کی کیاس دھننے لگے یعنی مایا کے چکر میں پھنس گئے سب سے زیادہ تعجب انگریز تہذیب ہے کہ ہر وہ چاروان اس بات کو جانتا ہے کہ تمام دنیاوی پدارتھ یہیں پڑے رہ جاویں گے۔ ہزاروں لاکھوں روپے کا مالک ایک کوڑی تک ساتھ نہیں لے جاسکتا۔

ہزاروں لاکھوں بیگنوں زمین کا مالک ایک چٹائی بھر مٹی پلے نہیں باندھ سکتا۔ اور اپنے حلقہ احباب اور رشتہ داروں کے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کی امداد نہیں کر سکتا۔ پر لوک کی امداد تو ایک طرف اگر وہ چاروان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو اس مریہ لوک میں بھی کون کسی کی امداد کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک سو مریہ بھاریا جاتا ہے اس کے جو بیماری یا تکلیف اپنے کرم انوسار آتی ہے اس میں سے کوئی رشتہ دار کوئی دوست کوئی غمخوار بھٹوری سی لے سکتا ہے، نہیں کوئی نہیں لے سکتا۔

جس شخص کے حصے میں جو کچھ تکلیف آئی ہے وہ خود ہی اسے برداشت کر لیا۔ جب اس دنیا میں یہ حال ہے تو پر لوک میں جبکہ انہیں سے کوئی بھی ساتھ ہی نہیں ہوگا۔ تو تکلیف میں ہمدردی و غمگساری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وغیرہ۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ ہر وہ چاروان آدمی مذکورہ حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ کسی شری یا پدارتھ کے ساتھ ہمارا حقیقی رشتہ ناٹھ نہیں اور نہ ہی کوئی پر لوک میں مددگار ہوگا۔ مگر کبھی

اس بات پر یقین نہیں کرتا۔ اور اسی وجہ سے وہ اس ناپائدار میں ناپائدار پلارھتوں کے ساتھ اور شریوں کے ساتھ دل بستگی رکھتا ہے۔ یعنی اگر وہ اس مذکور بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا تو اس کا طرز زندگی کچھ اور طرح کا ہوتا۔ یعنی وہ اس دنیا میں سب کچھ کرتا ہو بھی اپنے من کو ان پدارتھوں یا شریوں میں لگانے کی بجائے بھگوان کے چرن کلوں میں لگائے رکھتا۔ اپنے تمام تعلقداروں اور پدارتھوں کے ساتھ بھٹھا لوگ شاستر مریدا انوسار اور بے تعلق ہو کر زندگی بسر کرنا انسان کو روحانی کمال تک پہنچانے کی شکتی رکھتا ہے۔ اور ایسے وہ چار رکھنے والا آدمی ہر ایک جائز کام کرتے ہوئے بھی ان کے اثرات شکہ دکھ

سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک خرابی کی طرح تصور کرتا ہے۔ یعنی خرابی کے پاس اگر ہزاروں لاکھوں روپے لگائے ہیں۔ تو اس کو خوشی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ تو اسی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا ہے۔ کہ ان ہزاروں اور لاکھوں روپے میں ایک کوڑی تک نہیں۔ اس کا مالک جو ہے سو ہے۔ اگر نفع ہوگا تو مالک کا نقصان ہوگا تو مالک کا۔ میں تو صرف تنخواہ کا مستحق ہوں۔ اور وقت ختم ہوتے ہی تمام کاغذات متعلقہ خزانہ یہیں چھوڑ کر اپنے گھر جا کر آرام کروں گا۔ پس ایک وجہ اور ان اچھی کاروباری ہوتے ہوئے بھی بے تعلقی زندگی بسر کر کے اپنے جیون میں بچھلتا ہوا پت کر سکتا ہے مگر وہ جو اچھا جیون شائستہ طریقہ کے اوسار گذارے گا۔ اگر وہ سوہنٹا میں پھنس کر اپنے فانی شریک کے پیش واپس کے لئے یا اپنے بھانڈاں یعنی اولاد و غیرہ کے نام پر طریقہ کام کرے ہوئے دیا اکٹھی کر دے گا۔ تو اسے تو یہاں تک کہ جین نصیب ہوگا۔ اور نہ ہی پر لوک میں۔ کیونکہ کرم پھل کا ملنا ایک اس قانون ہے۔ عمل اور رد عمل یہ وہ قانون ہے کہ جس کو ٹالنا امر محال ہے۔ لیکن جو شخص اس قانون کی پرواہ نہ کر کے من مانی کارروائی کرتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ مندرجہ ذیل کھتا سے سمجھ میں آسکے گی۔

کھتا ہے۔ ایک دفعہ دیویشی ناروجی وانگرہ رشی بھرمین کرتے ایک نگر کے بازار سے گزر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دوکان پر اناج کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اور ایک بکرا اس میں مٹھ مار کر اناج کھانے کی کوشش کر رہا ہے ابھی مکرے نے ڈھیر میں مٹھ مارا ہی تھا۔ کہ اتنے میں دوکان کے مالک کی نظر پڑ گئی۔ غصہ میں اٹھا۔ اور ایک لکھی بکرے کو اس رور سے ماری۔ کہ بچارہ اناج کھانا تو ایک طرف میں میں کرتا وہاں سے بھاگا۔ اور اپنی جان بچائی یہ نظارہ دیکھ کر دیویشی ناروجی ہنس پڑے۔ انگرہ رشی نے پوچھا۔ ناروجی آپ کو اس موقع پر ہنسی کیوں آتی؟ جب رشی انگرہ جی نے پوچھا تو ناروجی نے جواب دیا۔ کہ رشی جی کچھ عرصہ پہلے یہاں جہاں کہ اناج کا ڈھیر لگا رہا ہے ایک معمولی سی دوکان تھی۔ اور اس معمولی دوکان کے مالک نے یہاں اناج کا کاروبار شروع کیا ہوتا ہوتا اس کا کام خوب بڑھل اور یہ دوکان ترقی کرتی گئی۔ یہ اصول کی بات ہے کہ جب کمائی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پیسہ کو خرچ کر سکی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مالک دوکان نے اس جگہ پر ایک بہت بڑی پختہ دوکان بنوائی۔ اور اس کے ساتھ ایک پختہ حویلی بھی اپنی رہائش کے لئے تعمیر کرائی۔ اس حویلی پر بہت قیمتی مصالحوں خرچ کیا گیا۔ بڑھیا سے بڑھیا سامان لگایا۔ شاید اسی خیال سے کہ میں ہمیشہ ہی اس شاندار حویلی میں رہ جاؤں گا۔ مگر یہ بات تو ناممکن ہے کہ کون ایسا بشر ہے جو ہمیشہ یہاں رہا ہو۔ عام انسان قدرت کے اس قانون کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جو بھی پیسہ۔ وہ ایک نہ ایک دن خرچ ہو جائے گا۔

کوئی طاقت اس ازلی قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ آخر وہ وقت قریب آ گیا۔ جو ہر جاندار کے لئے آنا ہے۔ یعنی مالک حویلی کا انت سم آ گیا۔ اب جبکہ یہ اپنی جیون یا ترا سہا پت کرنے لگا تو اس کی مالی حالت لاکھوں کی نہیں بلکہ کروڑوں روپے کی تھی۔ ارقعات وہ مرنے وقت کر ڈرتی تھا۔ مگر چونکہ مایا کے چکر میں ہی زندگی بسر کی تھی۔ پر لوک کے لئے کوئی سادھن نہیں کیا تھا۔ اس لئے انت مٹی مٹی سوئی گئی کے ماتحت کسی ایک برقی کے کارن اس کو بکرے

کی جو فی ملی۔ اب جبکہ یہ بکرا جوان ہوا تو اتفاقاً آج یہ اس طرف بازار میں آٹھلا۔ اور بھوک کے کارن انانج کے ڈھیر پر سٹھ مارا۔ مگر ابھی چند دنوں کے اس کے منہ کے اندر نہیں گئے ہونگے کہ اس پر لالھی کی چوٹ پڑی۔ اور یہ لالھی کی چوٹ پہنچانے والا کوئی دوسرا یا غیر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پچھلے جنم کا وہ بیٹا ہے۔ کہ جس کے خاطر اس نے سینکڑوں ہزاروں من انانج اور لاکھوں کروڑوں روپیہ کی جائداد بھجوری طبعی برج وہابی پچھلے جنم میں ہزاروں من انانج کا مالک چند دنوں کے لئے لالھیوں کا کھانا کھاتا پھرتا ہے۔ نارو جی نے کہا تھی جی جگوان کی یہ دھرتی مایا یا لیسلا دیکھ کر مجھے ہنسی آئی تھی۔

اب اس کھٹا کے آدھار پر وجہ کیا جائے۔ کہ جو منٹش شاستر مریدا کو توڑ کر ناجائز طریقے سے سستان کیلئے جن دولت اکٹھا کرتے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کتنی غلطی پر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ شریر پھیرتا ہے۔ اوشیہ بھوڑا ہے اور تمام سمجھتی بھی چھوڑتی ہے۔ اور اوشیہ پھیرتی ہے۔ لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ بدست شاستر اور بدست پُرش پار بار چیتا وتی دیتے ہیں۔ کہ اسے نادان انسان۔ مایا میں غلطان انسان۔ تو یہ جو کچھ کر رہا ہے۔ یعنی دن رات۔ سردی۔ گرمی۔ زلیاں۔ پھوس۔ جائز۔ ناجائز طریقے سے دولت کے اکٹھا کرنے میں پاگلوں کی طرح بڑا پھرتا ہے۔ یہ تو اپنے لئے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے لئے کر رہا ہے۔ باڈو توڑ رہا ہے۔ اور شکھ طے گا دوسروں کو۔ تو اپنے لئے تو بڑا کر رہا ہے۔ کہ وہ ہمتا میں اگر متقیہ کو استیہ اور استیہ کو متقیہ سمجھ کر استیہ کے ساتھ پریم بڑھا رہا ہے۔ لیکن یاد رکھ کر است پدارتھوں کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ دکھ اور بدست سروپ جگوان کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ شکھ اور امرد کی پراپتی ہے۔

پس چاہئے کہ اس منٹش جنم کو پاک کر دے۔ غلطی نہ کریں جس طرح کوئی طالب علم امتحان میں غلطی کر جاتا ہے۔ تو اسکی سال بھر کی کمائی منٹش ہو جاتی ہے۔ یعنی غلطی کے کارن امتحان میں فیل ہونے کی سزا دوبارہ پڑھانی کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح جو منٹش اس امتحان میں غلطی کر کے امتحان زندگی میں فیل ہو جاتا ہے۔ اسے بموجب تحریر دوسرے شاستر پھر کسی جانی میں آنا پڑتا ہے۔ اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ جمو آتما پیری طرح سپھلتا پراپت کر کے پریم آتما میں نہیں ہو جاتی وہ انسان سخت نادان ہے۔ جو اس چند روزہ زندگی میں دنیاوی فانی پدارتھوں سے پریم اور محبت کرتے ہیں ایسے لوگ جتنا زیادہ پریم دنیاوی پدارتھوں کیساتھ کرتے ہیں۔ اسی قدر انہوں اور غم کے کاٹے انکو چھٹتے ہیں جو کچھ ناجائز کمائی انہوں نے کی ہوگی۔ وہ تو یہیں دھری رہ جائیگی مگر اسکے پھل آگے بکھتا ہی

بارع ہستی کا نظارہ چار دن
عیش کے ساتھ ہی نہیں جیتا نہیں
بعد مٹ جاتی ہے الفت خود بخود
عالم فانی میں وقت زندگی
یاد کر مالک کو پیارے یاد کر

شجر دریا بر کنارا چار دن
کوئی بھی غم میں سہارا چار دن
طفل لگتا ہے پیارا چار دن
عیش سے کس نے گذر چار دن
کر لے جیوں میں کفارہ چار دن

راوی: منشی نور محمد

اتحاد بر گاہ عالی

شری ہنسی دھر ویر ہم (فلسفہ روہتاک)

تیری داوٹ جھگوان تیرا آسرا ہے
پتو مات تو ہی سہاٹاگ سکھا ہے
غریبوں کا اک تو ہی حاجت روا ہے
اگر بخش دے تو تو پروا ہی کیسا ہے
نہ بخشند تھک سا کوئی دوسرا ہے
کرم کر کرم کر، کرم کی صدرا ہے
تو خالق سبھی نعمتوں کا ہے مالک
رہے نام مہرن تیرا دھیان ہر دم
طلب ہے فقط تیری تجھ سے اے پریم
تو مل جائے بس اک ہی التجا ہے

اک نام تمہارا کافی ہے

(از قلم شلور پرشاد سرلوہستو۔ مہولی منلیہ سیٹاپور)

اک بحر اعم میں ڈوبتے کو تیرے کا سہارا کافی ہے
امید کا دامن چھو لینا ماحول کی آنکھ چولی میں
اسرار حقیقت کچھ بھی ہو وہ راز محبت کیا بھی ہیں
اس پانی جیو کو ہو کیسے درشن کی تمنا شام سحر
تم برج میں رہو منہ خرا میں رہو یا اور کہیں جاؤ ریسو
تم بھگت کے دلیں رہتے ہو اور بھگت تھکے دلیں میں
شلور کے لئے بس یقینا کا پیغام تمہارا کافی ہے

زندگی

(نثری جگدیش چندر کوہلی) (نثر شاعر)

درد و غم کو جو سمجھتے ہیں عذابِ زندگی اُن کی قسمت میں کیا ہے شرابِ زندگی
 عہدِ طفلیٰ نو جوانی، صبحِ پیری، شامِ نسبت ہے اپنی رنگوں سے ترتیب کتابِ زندگی
 جس طرح انسان کا سایہ ہر اُسکے ساتھ رہتا ہے اسی ستورِ اجل بھی ہم کا پَرِ زندگی
 زندگی سمجھا ہے جسکو اک حسینِ کھو ہے یہ اے نثارِ جلوہ موجِ شرابِ زندگی
 جب بھی چھائیں زندگی پر موت کی تاریکیاں دفعۃً اُبھرا افق پر آفتابِ زندگی
 زندگی کی قدر و قیمت سے ہے جو بے خبر عمر بھر ہوتا رہا اُن پر عتابِ زندگی
 زندگی کہتے ہیں جسکو تا ابد پائیدہ ہے موت نے بھی رُخ پہ ڈالا ہے نقابِ زندگی
 موت کی زنجیر اسکو کر نہیں سکتی اسیر ضربتِ آزاد رکھتا ہے عقابِ زندگی

میکدہ ہے اپنی نظروں میں یہ ساری کائنات

ہم بھی اے سرشار میں غرقِ شرابِ زندگی

اوم

چنے ہوئے پھول

نئی راس مندر سے آتی ہے
لاجپت سنگھ جی

- ۱۔ اُس دھن کا کیا جس کا آپ لوگ ہو اودان نہ ہو۔ ایسے بل کا کیا جو شستروں کو جانہ سکے
ایسے شاستری کیا جن میں دھرم کا اچھون نہ ہو۔ اور وہ اتما ہی کیا جو اندریوں کو جیت سکے
- ۲۔ شاستروں کو پڑھ کر بھی لوگ مورکھ رہ جاتے ہیں جو گریوان ہیں وہی دزدان ہیں۔ اچھی طرح زہار کر بھی
زی ہوئے اوشدھی کیوں نام لینے سے ہی منس کو نروگ نہیں کرتی۔
- ۳۔ جس پیشپ میں سنگدھ نہیں چاہے وہ خوبصورت ہو تو بھی شو بھا نہیں پاتا۔ اس طرح مستند
یوا اوشدھیا اچھے گل میں پیدا ہوا منس اگر مورکھ ہے تو اُسے شو بھا نہیں ملتی۔
- ۴۔ اچھے کپڑے پہنے ہوئے مورکھ تب تک شو بھا نہیں جوتا ہے جب تک بولتا نہیں اُسکی وانی سنکر لوگ اُسے
مورکھ سمجھتے ہیں۔ اور اس کا سمان ختم ہو جاتا ہے۔
- ۵۔ شاستروں نے کہا ہے کہ۔۔۔ سادھارن اویکیتی کے ساتھ رہنے سے بدھی گھٹتی ہے سمان کے ساتھ
رہنے سے تم بہتی ہے اور بھلے منشوں کے ساتھ رہنے سے بدھی وکست (ٹھہرتی) ہوتی ہے۔
- ۶۔ وہ ہی منش دوپاک شیل ہے جو دوسری استریوں کو مٹا کے سمان دوسروں کے دھن کو منی کے سمان کچھ اور
سبھی پرانیوں کو اپنے سمان سمجھتا ہے۔
- ۷۔ لوہے کے کارن کر دھ لوہے سے ہی موہ اور ناش ہوتا ہے۔ لوہے ہی پاپ کا کارن ہے سونے کے مرگ کا جنم
لینا آسنھو (ناخن) ہے۔ پھر بھی رام جی نے مرگ کے لئے لوہہ کیا۔ جس کا کارن سیتا کا ہرن ہوا۔
- ۸۔ کیوں جاتی کارن کوئی مارا یا پوجا نہیں جاتا۔ بلکہ اپنے دور کے کارن مارا یا پوجا جاتا ہے۔
- ۹۔ سمان کرنا چاہئے۔ یہی گھر میں دھن نہیں ہے تو بھی اتھتی کی پوجا تھا اور سمان میٹھے بجنوں سے کرنا چاہئے
کیونکہ ترن۔ بھومی۔ بل اور مدھر۔ جن بھی بھتی پڑشوں کے گھر سے اوجھن نہیں ہوتے۔
- ۱۰۔ ماس جو کھاتا ہے اور جس کا ماس کھایا جاتا ہے بانکا مقابلہ کرے۔ ایک کو ایک پل کا سوا اور دوسرے
کا پروان جاتا ہے۔ جو نیک مانو ہے وہ کیوں ایسا کرے جبکہ دوسرے سودک و ستوپیت بھرنے کو ملتے ہیں۔
- ۱۱۔ یہ میرا ہے یہ تیرا ہے یہ دوسرے کا ہے یہ چھوٹی سمجھ والوں کا وچار ہے اور اربل والے پڑشوں کا تو
تمام سنساری ہی سمجھ ہے۔
- ۱۲۔ نہ کسی کا کوئی منتر ہے نہ کسی کا کوئی شستروں ہاں سے ہی منتر اور شستروں ہوتے ہیں۔

اوم برہم لین سوامی گوہندا نند جی ہماراج کی پتر سمرتی میں جھکوان بھون رشی کیش میں ارشاد اُتسو

جو مورخہ ۱۲-۱۱-۳۳ اپریل ۱۹۵۹ء کو ہوا۔

ست سنگ سمنلن

نند جی ہماراج

نست

پریم پوجیہ سوامی چیتیا نند جی ہماراج اکھنڈا نندا شرم رشی کیش جی کے ایدیش کا سار ۔
 یہاں پرنس انسانیت کا پالک بڑھکر خدائی درجہ بختے ہیں۔ انسان مایا کے تاریک اور حیران کن پھیلاؤ سے
 جہاں پریشوں کی برکت سے نکلتا ہے اور اسے ان کی کرپا سے ہی شانتی اور حقیقی سکھ کی جھلک نصیب ہوتی ہے
 شاستر دوارا ایشور کا دیا ہوا ایدیش پرانی ممانتر کے لئے سمندر کے کھاری جیل کے سماں ہوتا ہے جو کہ یہاں
 پریشوں اور سنسٹوں کے مٹھار بند سے امرت روپ میں برستا ہوا مانوتا کا کلیان کرتا ہے۔ مسنت اور گورو جن
 اپنے سروپ کا ہتھارتھ بودھ پر اپت کر کے دھرم کو اس کا گین کرتے ہیں۔ ایشور انسان کو مایا جال میں پھنسا
 ہے اور مسنت مایا جال سے نکالتے ہیں۔ برہم لین ۱۵۵ پوجیہ سوامی گوہندا نند جی ہماراج اسی قسم کے مت ویتا
 جہاں پریش بھتے ران کے امرت می پچن آج بھی ہمارے اذھیاتک جیون کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے ہیں۔
 ان کے پرتی اصلی شروہا جلی ان کے ایدیش کے اوسار اپنے جیون کو ڈھالنا ہے۔

پریم پوجیہ سوامی پوری گوہندا نند جی ہماراج منگل انترم رشی کیش آپ نے کین اپنشد کے مسند رجزی منتر کے
 مطابق انسانی ممانتر کی دلکشا پر پرکاش ڈالا۔

इह चेद वेदीदय सत्यमस्ति न चेदि ह।

वेदीन्महती विनष्टिः। भूतेषु भूतेषु विचित्य धीराः स्रित्याहमा लोकाद-

मृता भवन्ति ॥ (कین-उप० खण्ड २ श० ५)

ارتھ۔ اس جیون میں یدی جان لیتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں جانتا تو یہاں ہانی ہے۔ جو بدھیمان ہیں وہ
 تمام جگت کے اندر اسے اوجھو کر کے جب بھی یہاں سے جاتے ہیں تو امر بھاد کو پراپت ہوتے ہیں۔
 یہ مانتو شری ایک اولیہ رتن ہے اسے مایا کے دھندوں میں برباد کرنا جہاں مہر کھتا اور زبردست خسارے کا
 سوا ہے۔

گوروک۔ ”بھئی پراپت مانکھ دیہریا۔ گوہندا ملن کی ایہ تیری بویا۔“

”جاگو آئے سوئی بیا بھو۔ ہر گرتے منو۔ سیرا۔“

پاؤن پنیت گوبانی ہیں اگیا جھ سے جگا کر خبردار کر رہی ہے کہ اے انسان تیرا پریم کر تو یہ بھی ہے کہ تو
 یہاں پریشوں کے بتائے ہوئے مارگ کے اوسار اپنے جیون کے کلیان ارتھ موکھش کی پراپتی کر لے۔

نا معلوم یہ آیا اب وقت پھر بلے یا نہ بلے۔ جو ایسا کرتا ہے وہی مبارک ہے۔ جہاں پریشوں کے اُپدیش کے مطابق اپنے جیون کو بشبھ مارگ پر لگانا ہی اُن کے پرتی شردھا بخلی ہے۔

پرم پوجیہ جہا تھا آتمند بودھ جی ہمارا ج سورگ آ شرم رشی کیش کے فاضلانہ لیکچر کا خلاصہ آ جکل بھوتک واد زوروں پر ہے۔ سینما۔ ریڈیو۔ اور ناول اتیادی لوگوں کے آچار کو بھرشت کر رہے ہیں۔ سستے وکاروں کی طرف مانو کی رچی پرتی بھین۔ بڑھ رہی ہے۔ آچار اور وچار ہینتا زور پکڑ رہی ہے۔ جب تک اپنے آچار اور وچار کو نہ سدھارا جائے۔ جب تک اندریوں اور من کا پرواہ نہ بدلا جائے۔ تب تک وید واک من پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ جہا پریشوں کا اُپدیش ایسی حالت میں بے اثر ثابت ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم پرم پوجیہ سوامی گوہند آتمند جی ہمارا ج جیسے تم ویتا جہاں پریشوں کے اُپدیش کے انوسار اپنے ویزا آچار اور وچار کو شدھ بنائیں۔ جیون کو باقاعدہ اور سستی بنانے کی کوشش کریں۔ تب ہی ہم پرم گیان کے ادھیکاری بن سکتے ہیں۔

شریمان جہا تھا وویکا مندی ہمارا ج رشی کیش

ایشا و سہ اپنشد
सा पर्यागच्छ क्रमकायम व्रणम स्नायिरण शुद्धम्
पापविद्धम्। कविमनीषी परिभूः स्वयम्भूया यातथ्यतोऽर्थान् व्यद-

चाहती है। सुमयः ॥ ईशा ०८४४

ارکھ۔ "وہ آتما سرو ویا پاک ہے۔ سب کا سار روپ ہے اُسکے کایا (استھول تری) نہیں ہے اور نہ ہی کوئی وزن۔ اکتواناری ہے۔ وہ شدھ اور یا پ روپ مل سے رہت ہے۔ سرویت اکتوا ویکو اور سو۔ نیجھو۔ سرشی کے آرنجھ میں اُس نے پر جاپتیوں کے پرتی یقہادت کاریوں کو سونپا۔"

مذکورہ منتر کے انوسار آپ نے آتم دیو کا سروپ ورن کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا آپ اتی سوکھشم ہے جب تک اندریوں اور من کو روک کر ستید مارگ پر نہ لگایا جائے اتنے تک سوکھشم اور وویک وقتی بدھی پیدا نہیں ہو سکتی وویک کی اُپتتی کے لئے ست سنگ اور سنت جنوں کا ملاپ آتم سادھن میں جہاں تک بن پڑے بھید وادوں کی سنگت سے گزریا جائے۔ گیانیوں کا مان اور ستکار کرنے سے اور ان کے باون پینیت جرنوں میں بٹھیکر ست اُپدیش گرن کرنے سے من کو شانتی پر اپت ہوتی ہے۔ پرم پوجیہ سوامی گوہند آتمند جی ہمارا ج ایسے ہی تم ویتا جہاں پریش تھے جن کا پتر اُپدیش آج ہی ادھیکاری جیون کا کلیان کر رہا ہے۔ اُن کے اُپدیش کو اپنانا اور جیون کا انگ بنانا ہی ان کے پرتی حقیقی شردھا بخلی ہے۔

پریم پوجیہ سوامی رگھو جیال جی جہاں منڈیشور اودھوت اشترم رشی کیش جی کے منورہ دیا کھیا
کاسار روپ۔

جتنا نام روپ پوتیج بنے سب پر یورتن شیل اور اگما پائی ہے۔ وہ دستو جو نہ کہیں جاتی
ہے اور نہ آتی ہے۔ قائم دائم صد اک رس والی ہے وہی برہم ہے۔
مایا۔ اودیا اگیان جو کہ اس نام روپ پوتیج کا کارن ہیں اپنی کی وجہ سے جیو اپنے دستو سر روپ
کو بھول گیا ہے اور اپنے آپ کو دیہ مان کر ڈکھی ہو رہا ہے۔
دیہ کھٹ وکار وان ہے۔

”جتم استی اہ وروہ پن و دیرن لکھے تن تاش

کھٹ وکار یہ دیہہ کے آتم سوکھ پر کاش“

دیہہ وکار وان اور آتم دیو اپنا آپ نروکار۔ شدھ نرل سپدا اندر روپ ہے جیسی دستو ہو
اُس کا ویسا جاننا گین کا سر روپ ہے اور اُلٹا جاننا اگیان ہے۔ اپنے آپ کو اتنا جاننا گین ہے
اور دیہہ ماننا اگیان ہے اور یہی دکھ کا کارن ہے۔ ہم دیہہ ابھیان کے ہوتے ہوئے سکھ اور شانتی کے
خواہاں ہیں جس کی پراپتی نامکن ہے۔ ہم بولتے کیکر ہیں اور چاہتے انگور کا پھل ہیں یہ بھلا کیسے ہو سکتا
ہے۔ دیہہ ابھیان سر روپوں کا باب ہے اس کی ذرئی وویک اور ویراگ سے ہو سکتی ہے وویک
اور ویراگ کی پراپتی کے لئے سنت شنک اور سنت جنول کا ملاپ ضروری ہے۔ اُنکے آپدیش سے
ہی ہماری درشتی اکیوٹ بھاو میں قائم ہوتی ہے اور اسی سے شانتی پراپت ہو سکتی ہے۔ سوامی گویند
آندھی ہساراج ایسے ہی نت ویتا اہان برش تھے جن کے ملاپ سے کئی مایا حال میں پھنسے ہوئے
ڈکھی پرانی شانت بھاو کو پراپت ہوئے اور آج بھی اُن کا آپدیش کسی چکیا سووں کو شانتی پر وان
کریا ہے۔

پریم پوجیہ سوامی شانشوت آند تیرتھ جی ہساراج۔ پریم شیشیہ ۱۰۸ پوجیہ برہم لین سوامی گویند
آند جی ہساراج، کا عالمانہ آپدیش۔ سمجھ پہلے اپنے آپ کو بتاتی ہے پھر پروانے اُس پر بچھا دیتا ہے
ہیزا۔ جہاں پریش سیتم اور تپ کی بھٹی میں اپنے جیون کو تپا کر آتم ساکھیاں کار کے نور مقدس سے منورہ ہو
جاتے ہیں پھر اُن کا پرکاش پرانی مانر کو اپنی طرف مٹھتا ہے۔ سورج نے آج تک کسی کو نترن نہیں دیا۔
سورج کا پرکاش ہوتے ہی نترن میں آسید اور پاد کا تیاگ کر کے خودی اپنے کاروبار میں لگ
جاتے ہیں یہی کیفیت نت ویتا جہاں برشوں کی ہے۔ اُن کے جیون کے کارنامے اور اُن کا پوتر جیون

ہی جھوٹے بھٹکے انسانوں کی اپنے گیان کے پرکاش سے رہنمائی کرتا ہے۔ وہ خود بخود اُن کے چروں میں حاضر ہو کر اپنے جیون کا کلیان کرتے ہیں۔ نت ویتا جہاں پُرتشوں کی سم درشتی میں سادھ اور چور کی تمیز نہیں رہتی اور اُن کی پورن پنیت درشتی اپنے سپرک میں آنے والے چروں اور ڈاکوؤں کو بھی سنت بنا دیتی ہے۔ پریم پوجیہ گورو دیو سوامی جی ہمارا جی ایسے ہی نت ویتا جہاں پُرتش تھے۔ ہمارا پریم گورو تیر ہے کہ ہم اپنے جیون کو اُن کے اپدیش کے انوسار سنت مارگ پر چلا لیں۔ یہی اُن کے پرانی شردھا بجلی ہے۔ ساتھ ہی ہرگز اتم سمرن ہی ایک ایسا اتم سادھن ہے جس سے جگیا سو پریم شانتی پراپت کر سکتا ہے۔

انت میں آپ نے سنت سماج اور ودوت مندٹی کے پیٹنٹ چروں میں سواگت اور شکریہ کے روپ میں اپنے پریم بھرے بھاؤ سمرن کئے ساتھ ہی باہر سے آنے والے سنت سنگی جگیا سو جیون کا بھی دھنیہ وار ادا کیا جنہوں نے اپنا مولیہ وقت دیکر اس سمیلن کی رونق کو بڑھایا اور اس تھان کا ریکورڈ پران چڑھایا۔

شری گورکھ ناتھ جی سندھ۔ سمپادک رسالہ اوم دہلی۔

آپ کے پریم پرشار تھ سے رسالہ اوم دہلی اس بھوتک واو کے یگسین ہزاروں ادھیکاروں کو وید اور بھگتی رس کا امرت پلایا جا رہا ہے جس سے وہ اپنے جیون کو کرتیہ کرتیہ کر رہے ہیں۔ آپ بھی ۱۵۵ پوجیہ سوامی گوبند سندھ جی کے پریم شبشیہ ہیں۔ آپ کے لیکچر کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

”مانش جنم بڑے میوں اور شمشہ گروں کا بھل ہے۔ اس کو پراپت کر کے کامل گورو کی شرن میں جانا نہایت ضروری ہے۔ کامل گورو کے بغیر جیون کے لکھش کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔ گورو کامل اور شبشیہ عامل ہو تو پھر اتم ساکھیات کا رکیوں نہ ہو۔“

بقول۔۔۔ گورو دیو درپن شاستر ہے کوچن بدھ سماں
جب ہمایا تینوں ملیں پرانی بہت ہوئے گیان

گورو دیو میں پورن شردھا اچھی عقیدت کی ضرورت ہے۔ سبوا سے ان کو پرسن کرنے سے حقیقی مراد ہر اس
سکتی ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا وہی جیون میں سچل ہو سکا اور حقیقی آئندہ اور شانتی کو پاسد کا۔ پریم پوجیہ سوامی
گوبند سندھ جی ہمارا جی بھی ایسے ہی نت ویتا برہم بنشٹھی اور برہم شروتی جہاں پُرتش تھے جن کے اپدیش
سے میرے جیسے کئی ویکیتوں کا کلیان ہوا۔ اور آج بھی اُن کے گوبند پرکاش میں درن کئے گئے اپدیش
سے کئی ادھیکاری اپنے جیون کو سیکھی بندہ ہے ہیں۔

(باقی پھر)

گوبند پرکاش (ہندی) قیمت ۱/۲ روپے علاوہ ڈاکچارج ۱/۲ روپیہ رسالہ اوم دہلی سے مل سکتی ہے۔

دھرم رکھشاک شیواجی کی ایک پہلا کے سنتوں کی رکھشا

(ایک تاریخی واقعہ)

(انہ قسم بہری جگن ناتھ کھتہ صفی)

۱۶۷۷ء کا واقعہ ہے، گرمی کا موسم تھا، کٹ کے کی دھوپ میں جو حیموں کو بھلس رہی تھی، ڈو گھوڑ سوار
گو لکنڈہ سے بجا پیر کی طرف گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ صرف دو جینے پہلے پھرتی شیواجی
کی تخت نشینی کی تقریب پر لوگوں کے ہجوم کے ہجوم، رائے گڑھ کی طرف جاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے
اور تمام سڑک پر بڑی بھاری چہل پہل اور رونق تھی۔ دونوں سوار ایک اُبڑے ہوئے گاؤں کے بعد دوسرے
گاؤں کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اور ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ان میں سے ایک نے
دوسرے سے پوچھا، ان دیہات میں اب کوئی آدمی رہتا دکھائی نہیں دیتا، کیا وہ سواراج میں نہیں ہیں؟
آپ کے راج میں؟ یہ سوال نیتاجی نے پوچھا، اور اس کے ساتھ نے جو خود شیواجی ہی تھے۔ یوں جواب دیا
افسوس ہے تو یہ سواراج میں لیکن سرحد سے اتنی دُور ہیں کہ ہم مغل ڈاکوؤں سے انکی حفاظت نہیں کر سکتے۔
سواراج دیتا اس وقت جو بن میں تھے، اور دونوں سوار پسینے سے شرابور ایک پیڑ کے نیچے رک گئے۔ اور ادھر ادھر
دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی ندی یا کنڈہ ہو تو وہ وہاں سے جل پان کر کے اپنی پیاس بجھائیں، شیواجی نے اشارہ
کیا کہ وہاں اس خوبصورت سستی جھونپڑی کی بغل میں ایک کنڈہ ہے۔ وہاں چلکر پانی پینا چاہئے۔ اب دونوں سوار
اُس جھونپڑی کی طرف چل دیئے۔ جھونپڑی اُس کنڈے کے عین کنارے پر واقع تھی، لیکن وہ بھی بالکل اُٹھری ہوئی معلوم
ہو رہی تھی۔ نیتاجی ڈو گھوڑے کنڈے کے کنارے پر لے گئے، وہاں پہنچنے پر ان کے کان میں دھیمی دھیمی
کی آواز سنائی دی۔ کچھ رک کر انہوں نے اس آواز کو بڑے غر سے سننے کی کوشش کی۔ آواز جھونپڑی کے اندر سے آرہی
تھی، باب شیواجی نے اپنے ساتھ کو جھونپڑی کے اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود ایک کھر کی کے پاس کھڑے ہو کر
اندر دیکھنے لگے، نیتاجی کھڑتی سے دروازہ پر پہنچے اور اندر کھس گئے اور چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ اب وہ آواز
انہیں صاف صاف سنائی دے رہی تھی۔ دیوی بھوانی، تجھے کھشاک کر دینا، پر تو اب سوائے اتم ہتیا کے اور
کوئی چارہ بھی نہیں جس سے میرا استو (عصمت) بچ سکے، شیواجی کا اشارہ پا کر کھردہ کر کے اندر چلے
اور چیک کھڑے ہو گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوجوان تہا بھواتی کی مورتی کے سامنے اپنے گلے میں چنڈا لگا کر
اور لٹک کر اتم ہتیا کو تیار ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر نیتاجی نے بڑی بھرتی سے اپنی تلوار سے اس کے گلے سے چنڈہ
کو کاٹ دیا۔ پھر بڑے ہرمانہ لہجے میں پوچھنے لگے، دیوی، کیا بات ہے جو ایسے بھیانک طریقہ سے اپنا جیون

سماعت کرنے کو تیار ہو رہی ہو؟

”سٹری مان جی، کیوں اپنا ستوا (عزت) بچانے کے خیال سے، لیکن اب تو تمہاری عزت بالکل محفوظ ہے اسے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔“ نیتا جی نے یہ لفظ بڑی نرمی سے اپنی زبان سے نکالے، اتنوم چھتری سیوا جی کے راج میں ہو۔ راگھو جی انکے جرنیل ہیں، اب کسی کو بھی یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صورت کا ست بھنگ کرے، کیا تم تمہیں جانتی کہ کل بھرے دربار میں وہ اسے (یعنی راگھو جی کو) راج مانج کا سینا جی مقرر کرنے والے ہیں۔“

راگھو جی کا نام سنتے ہی وہ مہلا کھڑو ہو گئی اور اس طرح بول اٹھی۔ وہی جنرل راگھو جی خود ہی میری عزت خراب کرنے کو میرے ستوا پر پیر بار کر نیکو بنا ہوا ہے، میرے پتی دیو راگھو جی کے ماتحت ایک سپاہی تھے اور وہ لڑائی میں ہی اپنی جان کھو بیٹھے، راگھو جی ایک دفعہ انکے ساتھ ہمارے گھر آئے تھے۔ اور اُس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اب جبکہ میں ستی ہوں، وہ دھوا اور کیلی رہ گئی ہوں وہ اس سختی کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے میں اکثر اسکی اس ناجائز حرکت کا مقابلہ کرتی رہی ہوں لیکن اس سے وہ اور بھی کام آتا ہو گیا ہے وہ کل ہی میری عزت پر حملہ کرنے کے لئے آیا ہوا ہے، اسی اوستھا میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ میں اپنے جوں کا خاتمہ کر دوں اور اس کے حملے سے اپنی عزت کو بچاؤں۔“

نیتا جی نے یہ الفاظ بڑی خاموشی اور دھیر سے سنئے اور ہمارا ج سیوا جی نے بھی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے، یہ سب کچھ سن لیا، جب نیتا جی دروازے کی طرف بڑھے، تو انہوں نے بڑی آستنگی سے اسے کہا:۔ دیوی، اب تمہیں آتم ہتیا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کل تمہاری عزت پر کسی حملے کا خطرہ نہیں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، یہ ہکمر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور سیوا جی ہمارا ج سے جا ملا، جب دونوں سوار آگے خیل پڑے تو میں کوئی بات نہ ہوئی، سیوا جی کی آنکھیں فاصلے پر کسی چیز کی تلاش میں مصروف معلوم ہوتی تھیں۔ رائے گڑھ پہونچ کر سیوا جی نے ایک مختصر سی گھومنا کی یعنی اعلان کیا کہ کل راگھو جی کے مان میں جو حملہ ہونے والا تھا اُسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔“

ہر ایک شخص یہ سنکر مہکا ہکا رہ گیا، اگلے دن رات کے اندھیرے میں ایک گھوڑ سوار قلعہ سے باہر نکلا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اور گھوڑ سوار اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کی سبب حرکات سکناٹ کو روکے غصے سے دیکھ رہے ہیں، ایک گھنٹہ بعد اُس کیلی جھونپڑی کے دروازے پر جو اُس کنڈ کے پاس واقع تھی اُٹھ اُٹھ ہوئی۔ دروازہ کھل گیا، اور عورت سخت حالت مایوسی میں پیچھے ہٹ گئی وہ راگھو جی تھا۔ جو اسکی عزت پر حملہ کرنے کے لئے آیا تھا۔ اب تو اس دیوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل آئے دن اُسے جندی کے وعدہ کا کیا مطلب تھا؟ کمرہ کے اندر کھس کر راگھو جی نے اس کے سوندریہ کا اپنی بھوکی آنکھوں سے پان کیا اور کہنے لگا آج تو میں کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ بغیر تمہارے روپ کے اُمند میں پراپت کرنے کے آج تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔“

’سے کیوں نہیں؛ یہ دو الفاظ چاقو کی طرح کمرے کے اندر سنائی دیئے۔ یہ سنکر راگھو جی چپکڑکھا کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے زمین پر گر گیا ہو۔ اس کے سامنے سیوا جی مہاراج کھڑے تھے۔ اور ان کے پیلو پر ننکی تلوار ہاتھ میں لئے نیت جی کھڑے تھے، سیوا جی نے بڑی گھرنا سے یعنی نہایت نفرت آمیز لہجہ میں کہا، راگھو جی، اگر اس مہلا سے مجھے یہ بات معلوم نہ ہو جاتی تو میں کبھی بھی یہ یقین نہ کرتا کہ میرا ایک بہادر جرنیل ایسے بُرے ارادے رکھنے کا دوش بہہ سکتا ہے۔ راگھو جی سر جھکائے بت کی طرح سامنے کھڑا تھا۔ سیوا جی نے پھر یہ کہا:-

راگھو جی میں تجھے اپنی سرسوس سے وقوف کرتا ہوں اور تمہیں بھی اپنے سوراخ (سلطنت) سے باہر نکل جانے کا حکم دیتا ہوں، لیکن نیت جی نے ان کے کان میں یہ کہا کہ ایسا کرنے سے آپ ایک قابل جرنیل ہاتھ سے کھو بیٹھیں گے۔ سیوا جی مہاراج نے بڑی متانت سے اس کا یوں جواب دیا:- اگر ایک سر جرنیل میرے ہاتھ سے نکل جائے گا تو میں کسی اور کو مقرر کر دوں گا۔ لیکن اگر یہ مہلا اپنی عزت کھو بیٹھتی تو وہ اسے کبھی بھی حاصل نہ ہو سکتی، یہ تھا مہاراج چھترپتی کا ادھیہ آدرش جسکو پورا کرنے کیلئے انہوں نے سر دھڑکی بازی لگا دی۔ (صفحہ)

اوم
ازکوی لکھنؤ
دل دہلی

ہندو ویر کا پرچم چتر

(شہواجی مرہٹہ کے جیون کی ایک پوتر جھانکی)

اوم
ازکوی لکھنؤ
دل دہلی

پکڑے ہوئے بچپاری کو	دیش کی ایلاناہی کو
لائے شور میں سینک ویر	شکتی شالی مہارن دھیر
من ہی من مسکاتے ہوئے	من ہی من ہر شاتے ہوئے
اُچھل اُچھل کر آتے تھے	کھپو لے نہیں سماتے تھے
مہاراج اسکو اپنائیں گے	پر سنکار ہم پائیں گے
اس وشواس کو لئے ہوئے	اس امرت پئے ہوئے

سینک شور میں آئے عجب

ہمارا ج نے دیکھا تب

کھلی نوکیلی کانٹوں میں گٹو بھیاناک سنگھوں میں
چڑیا خونی بازوں میں دیوی ہنساک پشوؤں میں
ادھروں پر سرسائے سمن ادھروں سے برسائے سمن
ہوتی میری جنتی بھی اس سُندری جیسی سُندری
میں بھی ہوتا۔ اتنی سُند لیتا لوگوں کے من ہر

اس کی دشا ہمارے آج

اٹھکر چھتر پتی شور آج

لو لے دھیر یہ کرو دھارن جان کے بندھن کا کارن
پاس بکلا با سینکوں کو اور سمجھایا سینکوں کو
رکھا دس ہس مت کرنا دلش کی لاج کبھی مت ہرنا
جس کی ایسی بات سنینگے اُس کو پران دندہم دینگے
اس کو اب سناں پوروک پہنچا دو تم اس کے گھر تک
سُن کر بیٹی مسلمان کی

بات اک ہندو ویر مہان کی

من میں مندمت مسکاتی من کے اکتارے پر گاتی
ان کے اس برتاؤ کے گیت ان کے مدھر سمجھاؤ کے گیت
دیکھ کے پاوان پر م پوتر ہندو ویر کا پر م چتر تر
من ہی من پر شنسا کرتی
ہندو یو دھا چھتر پتی کی

ناستک سرکاری ہندو دھرمی نیتی

لور بھگوان رام کا ایمان

(ان فلم شری جگل کشور گپتا ایڈوکیٹ پردھان چھتھان پردیش سنان دھرم پرتی ندھی جہا سبھا)

سورگیہ ڈاکٹر امبیدکر کے 78 ویں جنم دوس سماروہ میں بمقام نگرہ منلع جھانسی میں بھاشن دیتے ہوئے شری شتکر نے مندرجہ ذیل ڈاکٹر کٹر لیسر تنھائیو جن نئی دہلی نے کہا :-

”لوگ کہتے ہیں کہ رام اچھوتوں، پتتوں سے پریم کرتے تھے اس لئے انہوں نے شری کے جوٹھے میر کھائے۔ اعلیت میں ایسا نہیں ہے۔ اس کی عورت بھاگ گئی تھی۔ شاید شری بڑی گوری، خوبصورت ہوگی۔ اس لئے رام اس عورت کو چاہنے لگا ہوگا۔ اپنی پیاری کے جوٹھے میر کون نہیں کھائے گا۔“

یہ الفاظ ہیں۔ سیکولر (دھرم نرپیش) بھارت سرکار کے اچیہ ادھیکاری کے۔ جو انہوں نے کھلی سبھا میں بھگوان رام کے پرتی کہے جن بھگوان رام کو کروڑوں دوستوں سے ہندو پر برہمن پر ماتما مانتے آئے ہیں۔ میں تو ان پنکیتوں کو نوٹ کرنا بھی پاپ سمجھتا ہوں۔ بیدی انگریز کا لاجیہ بھی ہوتا۔ تو ڈپٹی ڈاکٹر کٹر لیسر اپنے آپ کو جیل میں سرکاری استغتی کے رڈ میں پاتے۔ لیکن ورتمان (ناستک اور سیکولر) راج میں حکمت گوروشنکر اپار یہ جی جہاراج کے خلاف تو کیس (مقدمہ) چلایا جاسکتا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا ڈپٹی ڈاکٹر کٹر لیسر کے خلاف نہیں۔ چاہے ان کا اپرادھ صاف طور پر دھارا ۲۹۵ لے بھارتیہ ڈنڈ سنگھت میں آتا ہو کیونکہ بھارت سرکار سپیشٹ روپ میں ہندو ورو دھرمی نیتی کا انوسرن کر رہی ہے۔ وہ اس دلش میں بسنے والے ہندوؤں کو یہ اوجھو کرنا چاہتی ہے کہ اکثریت میں ہونے پر بھی وہ بے بسی کی حالت میں ہیں۔“

نوٹ :- ازا ایڈیٹر :-

موجودہ کانگریسی سرکار نے اگر ہندوؤں کی دھرم بھاونوں کو کچلنے کا ارادہ ترک نہ کیا۔ نیز گورہمتیا کو بند نہ کیا۔ تو ایک بھی ہندو کہلانے والے شخص اپنے ووٹوں کے ذریعے ان ناستک لوگوں کو برسر قدرت آنے نہ دینگا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جن ہندوؤں کی ووٹوں سے ان کو لاجیہ ملا۔ ان کو ہی یہ لوگ ذلیل کر رہے ہیں۔ اور اب مسلم لیگ جیسی فرقہ پرست اور کمیونسٹ جیسی دلش ورو دھرمی پارٹیوں کے ساتھ

گٹھ جوڑ کر کے دلہن کا ستیا ناش کرنے پر تئیں ہوئے ہیں۔ جن لوگوں نے دھرم اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا ہو۔ اُن کی بدھی بھر شدت ہو جاتی ہے۔ "ونا ش کا لے ویریت بدھی" اس لئے وہ دشمن کو سجن اور سجن کو دشمن بنانے لگتے ہیں۔ کاش کہ آج جہاں کا مذہبی ہوتے اور ان لوگوں کو راہ راست پر لاتے۔

حکومت کے نشہ میں سرشار لوگ اپنی عاقبت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور جب حکومت ہاتھ سے چلی جاتی ہے تو پھر پھپھکتا ہے۔

گدڑی سدا اکاش نہ چڑھی رہندی حکم سدا نہ کسے دے رہن جاری
بولن سدا نہ بلبلان و نچ باغاں رہندی سدا نہ رت لبنت پیاری
پیت جھڑوی اُوندی سماں پا کے ہندی ورکھاوی گرمی جد پئے بھاری
دکھ سکھ دوویں نا نوال چلے دے دن رات دی جوں ہے بنی واری
سکھ چین وق پھل نہ جانی دا اے ملے دکھ نہ دلوں بھلائی اے
دوہیں حالتیں برآؤں رہ کے سدا اپنا فرض نبھائی اے
(ہنسی دھرویر)

بھگوان رام اور شری لکشمن کے چرتہر پر کشاکش کرنے والے جو ہندو دھرم گرتھوں سے اُن بھگتے یعنی انجان (جن کے لئے سندسکرت کی تعلیم۔ کالا اکھشر بھینس برابر ہے) راون کی طرح اہنکار میں آکر اپنا شباب کہہ رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے جذبات کو بڑھکا رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے رامائن پڑھی یا سنی ہوئی تو بھگوان رام پر ایسا روپ نہ لگاتے۔

راون کی بہن سُرپ بھائی اپنا سندر روپ بنا کر رام کے ادبیت اور اہنکار شک روپ کو دیکھ کر موہت ہوئی اور رام کو مخاطب ہو کر مسکرتی ہوئی بولی :-

تم مسمر پُرش نہ موسم ناری یہ سنجوگ بدھی رچا و چاری
نہ تو تمھارے سماں کوئی پرش ہے۔ نہ میرے سماں استری۔ بدھاتا نے یہ سنجوگ (جوڑا) بہت
وچار کر رکھا ہے۔

محم اُو روپ پُرش جاگ باہیں دیکھیں کھوج لوگ تمہوں ناہیں
تاکیں اب لوگ تمہوں لکاری منو مانا کچھ تمہیں نہاری

میرے یوگیہ پُرش (وَر) جاگت بھرتیں نہیں ہے۔ میں نے تینوں لوگوں کو کھوج دیکھا۔ اسی سے پُلتا ہے۔

کنواری رہی۔ اب تم کو دیکھ کر من مانا ہے۔

راجم نے جواب دیا کہ اے سندی۔ میں تو شادی شدہ ہوں۔ یہ میری استری سیتا موجود ہے۔ پھر وہ لکشمی جی کے پاس گئی۔ اور اس سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ پھر تو انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ پھر اس نے اپنا بھینکر روپ دھار کر سیتا جی پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لکشمی جی اس کے اس ارادہ کو فوراً ٹھاپ گئے اور اس زورج اور کامک استری کے ناک اور کان کاٹ دیئے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رام اور لکشمی کا چتر کتنا اونچا تھا۔ کہ راوون جیسے پریشانی راجہ کی بہن جو کہ اتنی خوبصورت بن کر آئی تھی اور خود ہی کام آتے ہوئے دو تلوں بھائیوں کو شادی کیلئے پرہیزگار رہتی تھی۔ اسکو ٹھکرا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ رام مرید وہ پُرسو تھم ہیں۔ دھرم کی رکھتا کے لئے سندسار میں پرگٹ ہوئے ہیں۔ اور جولوگ دھرم مرید کا اتنا لکھن کرنے والے رکھتی ہو کر تکی کے لوگ ہیں۔ ان کا قلع قمع کرنے کے لئے انہوں نے دھنش بان ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ ۱۴ سال بنباس کے لیے غصہ میں اپنی دھرم بتنی کے موجود ہونے پر بھی انہوں نے برہمچریہ دھارن کیا۔ اور لکشمی جی نے اپنی بھر جانی کا منہ تاک نہ دیکھا۔ بلکہ ہمیشہ ان کے پاؤں میں ہی اپنی نظر رکھی۔ جس کا ثبوت موجود ہے۔ کہ جب راوون سیتا جی کو اکاش مارگ سے لے جا رہا تھا تو سیتا جی نے اپنے زور زمین پر پھینکے۔ جو کہ سگری کی سپنا نے اکٹھے کئے۔ جب شری لکشمی جی کو رام نے ان زوروں کو پہچاننے کے لئے کہا۔ تو جواب ملا کہ صرف پاؤں کے زور ہی میں پہچان سکتا ہوں لیکن چہرہ کے نہیں۔ کیونکہ ماما سیتا کے چہرے کی طرف میں نے بھی دیکھا ہی نہیں۔

یہ تھا ان ہماں پریشوں کا کیریکٹر جن پر اہل اور بے علم مغرب زدہ لوگ کٹاکش کر کے ہندوؤں کے سینہ میں نشتر جھجھ کر ہری جنوں اور ہندوؤں میں نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کو حکومت میں شامل کرنا پیش کے لئے خطرناک ہے۔ اب جبکہ ہماری جہالاتی اندرا پیلک میں اعلان کر چکی ہے کہ وہ ہندو ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکانے والے ایسے اصحاب کا منہ بند کرے۔ ہندوؤں کے صبر کا چیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ اپنے ہما پریشوں کا ایمان برداشت نہیں کر سکتے۔“

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج عمدہ دوائیں

دانش

خاص الخاص

نزلہ زکام اور دماغی تھکاوٹ کے لئے
قیمت ایک شیشی چار روپے

پیشوں کی کمزوری ریشہ اور بنیم کی زیادتی کے
لئے قیمت دس گولی تین روپے

گاندھی دواخانہ 152 ڈی کملا نگر دہلی۔ فون نمبر 229929

اوم

ررتن رامائن کا ایک ورق

اوم

آدرش بھکتی شیری

(از قلم پندت رتن چند رتن)

ذات کی اک بھینی جس کا کہ شیری نام تھا
لوح دل پر نام سکے رام کا ارقام تھا
چلتے پھرتے بیٹھے ورد زباں شری رام تھا
نہ کسی سے واسطہ مطلب تھا نہ کچھ کام تھا

صاف کر دیتی تھی رستے پیشتر پر بھیاں کے
نزد لکھیاؤں کے لکھ دیتی تھی ایندھن کا کٹ

اک بشی نے دیدیا اپدیش اسکو رام کا
کاٹ ڈالا اس نے پھندا گردش ایام کا
شدھ ہرے کر دیا امرت پلا کر نام کا
کر دیا محنت ارکھ لکھیا کے خاص و عام کا

اور کہا لکھیا میں تیری مالک ہر دو بہاں
خود بخود آجائینگے ہرے میں رکھا نکا دھیا

انتظار رام میں رہتی تھی وہ شام و سحر
صاف کرتی راستے پھل پھول لاتی ٹوڑ کر
آج وہ آئے نہیں آئیں گے اب وزر کر
بس سی امید پر مہمت گئی کافی گذر

پھر ملتی پانی کبھی گوبر سے دھرتی لپیتی
کام روزانہ یہی تھا اور یہی ہاں ٹیک تھی

گھومتے پھرتے پھرتے ایک دن شاہ بہاں
بھینی کے شرم میں آگے خندہ دہاں
دیکھتے ہی ہٹ گئی چرتوں میں ہو کر شاہداں
بندھتی اسکی زباں نکھول سے تھے آنسو رواں

پریم کی پکی پجاریں پریم میں ڈوبی ہوئی
کھو جی ہستی کو اپنی زچھ سچی مروتی

پھر مٹی اور آٹھ کے ڈھری۔ ڈھری ڈھری لانی جیل
چرن دھو پریم سے بیٹھ بھلائے پھول پھل
رام کو پرست کر جیوان کیسا اپنا سٹھل
حسن و محسوسات ہر دے سے گئے فوراً نکل
رام بولے اس قیام بن میں پھل کھائے کئی
اس قدر شیرینی لذت مگر اک میں نہ تھی

بھینسی بولی پر بھوجھ میں لیاقت کچھ نہیں
بے علم ہوں نطق میرے میں لیاقت کچھ نہیں
نیچ کی پیٹی کے تن میں جڑ حماقت کچھ نہیں
کار خدمت کیا کروں سیوا کی طاقت کچھ نہیں
سادگی کی گفتگو میں اثر مقناطیس تھا
جس کے سنتے ہی بڑا دل خوش ہوا جگدیش کا

رام بولے ذات کا جھگڑا نہیں میں جانتا
اور نہ ہوں علمی لیاقت کو ہی میں پہچانتا
نیچ سے نفرت نہیں نہ اونچ سے کچھ مانتا
پریم کا ہوں میں پجاری پریم کو ہوں مانتا
پریم میں ڈوبے ہوئے کو خود بیکر ملتا ہوں
اپنے ہرنے سے لگا ششست کر دیتا ہوں نہیں

جو کھتا پر سنگ اور سوت سنگ میں من چوکر
کیر تن کرتا ہے میرا مہمان اپنا توڑ کر
جاپ دہڑھ و شواس کا کرتا ہے پاچھوکر
پھل کپٹ سے اے تن دیتا ہے جو تھوڑ کر
وہ سماجاتا ہے مجھ میں بے شبہ اور بالیقین
فلسفہ منطق برائیتی کی ضرورت ان نہیں

شہری بھگوان رام کا پریم بھرا سندش منکر پاؤں پکر کر رونے لگی اور بھجپ گئی۔
بھگوان نے دیکھا کہ اُس نے اُنکے ملاپ کے آئند میں پران تیاگ دیئے ہیں شہری بھگتی کے آئش کا منورہ تھی
تپ اور بھجن سے اُس کا شریر پڈوں کا پنجر بن چکا تھا۔ بھگوان رام کے دشن سے وہ کرت کرت ہوئی اور ناشوان

رتن رامائن منظوم مجلد۔ قیمت رعایتی دو روپے رسالہ اول دہلی محکمہ

دو مسلمان بھگتوں کا الکل پریم

(ان فلم شری عکین ناٹھ کھتہ صنفی)

متم صاحب ایک مسلمان بھگت تھے۔ ایک دن وہ شری ناٹھ دوار مندر لاہتھان میں درشنوں کیلئے پہنچے، لیکن پجاری نے انہیں درشنوں کا موقع نہ دیا۔ اور وعدہ کیا کہ کل ایک چور درشن کرادونگا۔ چنانچہ وہ اگلے دن وقت منقرہ پر مندر پہنچے لیکن انہیں معلوم ہو گیا کہ پجاری نے ایک گھنٹہ پہلے ہی درشن بند کر دیئے تھے۔ وہ نہایت مایوس ہوئے اس حالت میں ان سے رونا نہ گیا۔ اور بہت درد آمیز آواز اور لہجہ میں بھگوان سے پرارتھا کرنے لگے کہ جے پر بھگوان آپ بھی فرقہ پرستی کا شکار ہو گئے۔ میں درشنوں کے لئے ترس رہا ہوں اور مندر کا دروازہ ہی انہیں کھلتا ہے۔ یہ سنکر بھگوان نے اسے درشن دیکر کترار کھتہ کیا۔ اصل میں بات بھگت کی اپنی بھاونہ ہے۔ اگر وہ کیوں بھگوان کی پرتی کے لئے ہی ہوا اور کوئی دھن، نام اور ایمان وغیرہ کی خواہش کے زیر اثر کوئی ڈھونگ نہ رہا گیا ہو۔ تو پر بھگت محسن اسے سنتے ہیں اور اپنے بھگت کے ہر ذرے کو آند کی زندگی (خزانے) سے بھر دیتے ہیں۔

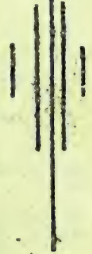
(۲)

اسی مندر شری ناٹھ دوار کی ایک اور گھٹنا قابل ذکر ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۵۲ء کا ہے، وہاں کے ایک گنہگار نے ٹھا کر جی کے لئے کچھ اسموں کے پیڑوں کو آرکشت (محفوظ) کر دیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہوئی کہ ان اسموں میں جو وہاں لگے ہوئے تھے کڑے پڑ گئے، باقی کے پیڑ جو ریزرو نہیں گئے تھے بالکل ٹھیک رہے۔ جس دن ٹھا کر جی کو اسموں کا بھوک لگانا تھا، اور وہ تیار نہ ہو سکے تو اس گنہگار نے برت کر دیا۔ یعنی بھوک بڑھال یا اتن شت سات دن تک پانی تک بھی گرہن نہ کیا، ساتویں روز جب بھگوان کے بھوک کا وقت ہوا۔ اور ان کے سامنے بھوک پدارتھ رکھے گئے تو بھگوان اپنی من موہنی چٹا سے اس برت دھاری گنہگار کے سامنے برگٹ ہوئے اور وہ سب بھوک پدارتھ اس کے سامنے رکھ کر کہنے لگے کہ تم اب روزہ کھول دو۔ چاند کی صراحی جو جیل سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کے ارپن کر کے آپ الوپ ہو گئے۔ گنہگار کا بکا رہ گیا۔ اور پھر بھی اگیا پالن کر کے اپنا روزہ کھول دیا۔ صبح اٹھ کر اس نے دیکھا کہ سب اسم بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ اب تو اس کی خوشی کی کوئی سیما نہ رہی، اس نے اسم اتارے اور اونٹ پر لاد کر اور وہ صراحی بھی اس کے گلے میں لٹکا کر مندر پہنچا اور وہ اسم پجاری کے جھینٹ گئے۔ پجاری وہ صراحی دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ بھگت نے یہ ٹھا کر جی کی صراحی کیوں پرتی تھی۔ یہ سنکر گنہگار نے کہا کہ شری پان بی میں نے اسے چرایا نہیں تھا یہ تو ٹھا کر جی نے خود ہی میرے حوالے کی تھی، اور حکم دیا تھا کہ میں پانی پی لوں گنہگار نے یہ بات سنکر پجاری کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ گنہگار اس کے کئی سال بعد تک بھی زندہ رہا۔ جی

پوجا

اور

فریب

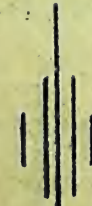


از قلم شری رام لعل سالک

چند کی گڑھ شاگرد رشید

شری سوانی رامانندی

پریم منس یو گراج



صفحہ اول

کہنے کو تو مندر و مسجد میں بھگوان کی پوجا ہوتی ہے ،
 چھائے ہیں جرم کے بندے وہاں بگوان کی پوجا ہوتی ہے
 یہ ایک فریب دلکش ہے جو تسبیح تک سچائے ہیں
 جب پردہ خلوت میں جا میں شیطان کی پوجا ہوتی ہے
 انسان میں انس اور اُن نہیں اور فرض کی کچھ سچان نہیں
 مشکل سے وہ دل بٹاتا ہے جہاں ایمان کی پوجا ہوتی ہے ،
 راک وقت تھا جب یہ سراپنا بس نام خدا پہ جھکتا تھا
 آیا ہے زمانہ اب ایسا ، سلطان کی پوجا ہوتی ہے
 اک دور آسودہ تھا ایسا ، جی بھر کھانے کو بھلتا تھا
 میں فکر معاش میں سرگرداں اب نان کی پوجا ہوتی ہے
 اک وقت تھا صحبت فقرا میں ہم درس عرفاں کا لیتے تھے
 اب وید قرآن میں دھڑے پڑے ، مجذبان کی پوجا ہوتی ہے
 یہ کیا بے رحمی دیکھا ہے ، یہ کیسا دور جہالت ہے
 زندہ کو تو ٹھکرا کے دیا بے جان کی پوجا ہوتی ہے
 جی سکتا ہے وہ اس دنیا میں جینے کے جو قابل ہوتا ہے
 کمزور تو کچلے جاتے ہیں ، بلوان کی پوجا ہوتی ہے
 اس مذہب عشق میں ایسی کبھی مجبوری دل ہو جاتی ہے
 معبود کو ملنے کی خاطر ، دربان کی پوجا ہوتی ہے
 ویسے تو نہیں مے پیتا ہوں ، گرسائی پلائے پی جاؤں
 سائی کی خوشی ہم کرتے ہیں ، پیمان کی پوجا ہوتی ہے
 ہم بندہ عشق ہیں اسے ناصح ہم کو تو سکوں درکار نہیں
 جی جاں سے گزرنے کی خاطر طوفان کی پوجا ہوتی ہے
 ہیں امتحانات اوناشی ہوں یہ جسم میرا کھرفانی ہے
 اس کھر کو بنائے رکھنا بھی ، جہان کی پوجا ہوتی ہے
 ہر مندر ہر کا مندر ہے ، اک ہر ہر اک کے اندر ہے
 جس در پہ بھی ہم سجدہ کر دیں بھگوان کی پوجا ہوتی ہے
 پریم تو میرا ہر سائی ہے ، ہر نام اور روپ میں بستا ہے
 ہم مسکی نظر سے دیکھیں اسے ، کیا شان سے پوجا ہوتی ہے
 سالک میخانہ سائی سے پی کر وہ نظر مل جاتی ہے
 ہر اک میں سراپا ہر دیکھیں ، انسان کی پوجا ہوتی ہے

صفحہ دوم

(۱۴م)

اوم

قسط نمبر ۱

باوالال جی !

(از قلم شری خیراٹی رام جی پوری)

اوم



انہوں نے شری دھیان پور پہنچ کر اس طریقہ میراگ کو پسند کیا اور عرض کی کہ ہم کو بھی دوار کا سے کوئی چند اور بازوؤں پر چھاپ لگوانے کا حکم صادر فرمایا جاوے۔ باوالال جی نے جو طریقہ عبادت سہوئی چلیں جی نے شری سنگور باوالال دیال کو اپدیش کیا تھا اسی پر کار بند رہے۔ اور ان میں سے بیشتر چھ درشن کو چھ شاستر جان کر ہی لھکوان میں شرمزہا دھارن کرنے لگے۔ خواجہ عافظ فرماتے ہیں کہ مالا اور گودڑی سے نام کی مستی نہیں ملتی یہ تو شراب وحدت (گیان دھیان دینے والے) پیچھے ہٹنے سے ہی طلب کر۔

تسبیح وطریقہ لذت مستی نہ بخشدت۔ ہمت دریں عمل طلب از میفر و ش کن شری شکدیو جی کی کتھا جو کہ عام جنتا جانتی ہے سُنائی۔ کہ جب وہ بارہ سال کے بعد ماں کے شکم سے باہر آئے تو اس وقت میراگ لیکر دنیا سے کنارہ کش ہو کر آبادی بطرف جنگل روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اندر سے اوزاری کی گورو کے بغیر ملتی نہیں ملتی۔ اور اس وقت راجہ جنگ سے بہتر گورو ملنا محال ہے۔ شری شکدیو جی راجہ جنگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گیان کے اپدیش کے لئے براہِ رخصا کی۔ راجہ جنگ نے دل میں خیال کیا کہ یہ شترتر جمن سے ہی میراگی ہے اور دنیا کی لذتوں سے نا آشنا ہے۔ مگر دوسری جانب میں ایک گرسستی ہوئی۔ اس کو کسی حیلے سے ٹال دیا جائے۔ اس مدعا سے انہوں نے شکدیو جی سے سوال کیا کہ تعلق بہتر ہے یا تجرد (دنیا میں رہنا اور گرسستی بننا یا اکیلا یا برہمچاری رہنا)۔

شری شکدیو جی بہت گیان دان اور زیرک تھے سوچنے لگے کہ اگر تعلق یعنی دنیا داری کہوں تو جواب مل سکتا ہے کہ آپ تو آزاد ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں آپ گھر میں رہیں۔ اگر جواب دوں کہ اکیلا اور برہم چاری رہنا بہتر ہے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر اس گوریشیش کے سلسلہ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے تو تعلق ہی بنے گا۔ اور میں گرسستی ہوں اور آپ آزاد ہیں۔ ان تمام باتوں پر غور کر کے جواب دیا کہ ان ہر دو سوالات کا جواب تو سمجھ (گیان) پر ہی منحصر ہے۔ اور بدھی سے جو نشیجہ کر لیا جاوے وہ بہترین ہوگا۔ اور اس لھکوان کا گیان پرانیت کرنے کیلئے سنگور جو اس گیان میں پری پورن ہو اپدیش لینا لادی ہو جاتا ہے۔ راجہ جنگ نے ان کو برہم گیان کا اپدیش دیا۔ دوسری ایسی مثال ہمارا راجہ بھرتی کی ہے۔ جب ہمارا راجہ بھرتی تارک تخت وتاج ہو کر جنگل میں بھکتی کرنے لگے تو کچھ عرصہ بعد دوسرے بھائی ہمارا راجہ بکرماجیت سے ملے تو ہمارا راجہ بکرماجیت نے کہا کہ آپ دنیا کے لوازمات سے منہ موڑ کر سب لذتیں ترک کر کے جنگل کو چل دیئے۔ اور ہم اسی دنیا میں گرفتار رہے۔ اور اس بھکتی سے محروم ہو گئے۔ تو ہمارا راجہ بھرتی نے جواب دیا کہ تمھارا ترک (ویراگ) ہم سے بہتر بلند ہے ہم نے

تو دنیا کے عیش کے سامان ہی ترک کئے۔ مگر آپ نے تو سوگ تاک بھی ترک کر دیا ہے۔
 غفر سے اگر دیکھا جائے تو جو آدمی عیش کے سامان ترک کر دیتا ہے۔ مگر دل سے عیش ترک نہیں کرتا۔ اس
 سے وہ شخص بدرجہا بہتر ہے۔ جو دنیا کے انہی عیش کے اسباب کے درمیان اقامت رکھتا ہوا بھی دل سے
 ترک کر دیتا ہے۔ اور وہ اس تیاگ کے پھل سے سرفراز ہوتا ہے۔ مگر دوسرا جو دل سے ترک نہیں کرتا
 کامیاب نہیں۔ آگے فارسی میں تحریر کیا گیا ہے۔ کہ جب تاک میں اور تو کا خیال ہے یعنی خود پرستی باقی ہے
 میں چاہتا ہوں کہ میں نفس (اہم بھاو) کو ختم کروں۔ مگر جس چیز سے وہ توڑا توڑنے والا تو ابھی باقی ہے۔
 (یعنی من) مطلب یہ ہے۔ کہ من کی ایسی سادھنا کرے کہ وہ خود بخود سیدھے راستے (بھگتی اور گیان)
 کی طرف راغب ہو۔ گو میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ اور فرقہ فقیری
 اور وہ لپا ہے۔ دنیا کے عیش و آرام چھوڑے۔ مگر فقیری کے ساز و سامان میں گرفتار ہو گیا۔ اس کو ترک نہیں
 کہتے۔ (جھوٹی۔ تونہ۔ چٹا کی حفاظت کرنا پڑی۔ ترک (ویراگ) کا تعلق دل سے ہے کسی ورن یا
 آشرم سے نہیں۔ جب تک انسان کا من اس ویراگ کی چاشنی میں ڈوب نہیں جاتا اور دنیا کی لالچوں سے
 پاک ہو کر نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اسے بھگوان کا ساکشات کار نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں کوئی ہی
 ایسا شخص ہوتا ہے جس نے شراب وحدت کا مزایا ہوا۔ اور اس اور اگلی دنیا کو بالکل بھلا دیا ہوا ہو۔

جب بابا کانشی رام اس طور با دلال سے سرفراز ہو کر گیان میں پختہ کار ہو گئے۔ تو ایک دن دوران
 یا ترا سو بد رہ (جو ہجلی پاکستان میں ہے) قیام کیا۔ اس اثنا میں شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ
 جو عازم کشمیر تھے۔ مقیم ہوئے۔ اور اس باغ میں تشریف لائے جہاں بابا کانشی رام بیٹھے ہوئے تھے۔
 اور شاہزادے کا حکم تھا کہ فقیروں کو خواہ مخواہ کسی جگہ قیام سے روکنا نہ چاہئے۔ ناشتہ وغیرہ کرنے کے
 بعد شاہزادہ داراشکوہ بابا کانشی رام و دیگر سنت جو وہاں اقامت پذیر تھے انکے پاس تشریف
 لائے۔ اور سوال کیا کہ آپ کو سننے فرقہ کے سادھو ہیں۔ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ ہم فرقہ ویراگ کے
 سادھو ہیں۔ شاہزادہ نے کہا کہ بیراگ کا کیا مطلب ہے؟ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ جو دنیا
 کو ترک کر دے۔ وہ بیراگ ہے۔ شاہزادہ نے سوال کیا کہ آپ نے کس چیز کا ترک کیا ہے؟ اس پر بابا
 کانشی رام نے جواب دیا۔ کہ ترک دنیا کی ہوس اور خواہشات سے کنارہ کشی ہے نہ کہ لباس ترک کرنے سے
 (باقی پھر)

اگر آپ اوم کے خریدار نہیں۔ تو آج ہی چندہ سالانہ = 13 روپے بذریعہ منی آرڈر
 پیچھے خریدار بن جاویں۔ تاکہ آپ کو نیا سالنامہ اپنا آناک بابت
 جنوری ۱۹۷۱ء میں کے "نیچر"

روی الیکٹرک ورکس اگرہین مارکیٹ اشوک نگر

نئی دہلی ۱۵

ماؤس وائرنگ۔ عارضی روشنی کا انتظام۔
موٹر وائینڈنگ اور بجلی کے سامان کے لئے
ہماری خدمات حاصل کریں۔ بہت سبکی بھائیوں اور
دھارماک سنسٹھوں کے لئے خاص رعایت
آزمائش شرط ہے

پروپرائیٹر: روی الیکٹرک ورکس W 252 اگرہین
مارکیٹ اشوک نگر نئی دہلی ۱۵

ویک فوٹو سٹوڈیو اگرہین مارکیٹ نئی دہلی

سب سے سبکی بھائیوں کیلئے خاص رعایت

شادی۔ بہت سنگ۔ دھارماک جلسوں کی
شاندار یادگار رسم کی شکل میں رکھنے کے لئے
ویک فوٹو سٹوڈیو W 253 اگرہین مارکیٹ
سب سے پورہ نزد تاک نگر نئی دہلی ۱۵
پدھارس

بہترین اور مقررہ وقت پر سروس کی
گارنٹی



بلی کی آنکھوں جیسی چمک
جو تون پر لانے کے لئے

بلی شوپالش

بلی شوکریم کا استعمال کیجئے

بلی پوٹ پالش کمپنی دہلی ۶



SHIVAJI

فہرست کتب

اد

اوم

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب متلو اگر جیون کو سچل بنائیں

پر شوم انک ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس
مضامین کا مجموعہ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنو اد سوامی
شوانند جی قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (دراہ) قیمت صرف 50 پیسے
رام درشن (بال تصویر) قیمت سواروپہ
لنارن یا ترا اور مرنگ آستوں کے
ساتھ دارنالا پ قیمت 60 پیسے

رومہوں کی دنیا 3 1/2 روپے
شرمید بھگوت گیتا مجلد مترجم و
تشریح از شری لال پرما رھی 4 1/2 روپے
پوک و اششت سار اورو 3 روپے
گیتا منظوم از خواجہ دل محمد ایم سی نہیں
شلوک دار منظوم ترجمہ ہے قیمت 3/ =
جب جی و سکھنی صاحب منظوم از

خواجہ دل محمد صاحب ایم سی (3/50)
تلسی رامائن مکمل بال تصویر مجلد اورو
سلیس زبان میں بہو شلوک از ترجمہ 10/50
پر بھو کے ساکشات درشن ایک ڈیریہ
نقدیر اور تدبیر کا ایکس۔ ایکرو پیہ
ستیرہ درشن مصنفہ پروفیسر نزل چندرجی
قیمت رعایتی دو روپے 1/ =
گوپند پرکاش (ہندی) قیمت روپے

وویک پٹورامنی اورو 2 1/2 روپے
وچار مالایا یلہ پیہ ویڈانت پوروہ 20 پیسے
آتم بھگیا سا۔ 20/ - رام گیتا۔ 15 پیسے
پنی کون ہوں۔ 10 پیسے
آتم انا تم وویک 10 پیسے
کلام مضطر۔ 50 پیسے
برہمنندی پر راپتی 70 پیسے
برہم سو تر ہندی 16 روپے
گوپند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری موہنا

گوپند آندتی ہماراج صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق 3 1/2 روپے
ہند۔ دھرم کی عظمت اورو دو پنے
اوبھوتی پرکاش ہندی پادیش بھاگ 7 1/2 روپے
اوبھوتی پرکاش ہندی پند بھاگ 8 روپے
شرمید بھگوت گیتا مترجم بخشی زنگھاس
چھ بھاگ قیمت 6 1/2 روپے
رتن رامائن 2 روپے رتن گیتا

حقیقی لکھنؤ
لطف زندگی کا شری رام جی چاولہ 1/2
امرت کند۔ قیمت ڈیرہ روپیہ
الہسان۔ قیمت صرف ڈیرہ روپیہ
اے مسلم بھائی۔ قیمت ڈیرہ روپیہ
آدرش پرستہ۔ قیمت ایک روپیہ
پریت سینگھ۔ قیمت دس آنے

گنگا کی لہریں قیمت 1 روپیہ آنے
آدرش مانو (ہندی) قیمت پھر روپے
امرت بن ورو ہندی 12 روپے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے 3/ =
آدرش پر یوار (ہندی) قیمت تین روپے
روحانی مکالمہ سوامی شنکر اچاریہ
کی مشہور کتاب پر شونتری کا اردو منظوم ترجمہ

قیمت صرف 37/ - پیسے
ساگر سنگیت موسومہ بھر ترخم شری
سی آدرش کا شاہکار قیمت (1/50)
صدر کی گیتا موسومہ بھگوت گیتا منظوم
کلام تھیں پرشادی صدر قیمت 1/ =
گجند موکش منظوم قیمت 37 پیسے
پردہ مجاز۔ منشی یکیم چند قیمت 6/ =

منشی رانی 1/50
3/ = خواب خیال 3/50
سیوادی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
روحانی اشارے۔ ایک روپیہ چار آنے
سائیں کے سو خیال۔ ایک روپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجنائی۔ قیمت دو روپے چار آنے
سولہ سنگار۔ پانچ روپے
بیوی اور میوا۔ گیشن ہندو 1/50